افکارِ صدّیق

علامہ اقبالؒ

مثالِ ماہ چمکتا تھا جس کا داغِ سجود
خرید لی ہے فرنگی نے وہ مسلمانی

صدّیق جوناگڈھی

پیشکش

بحضور پُر نور عالی جاہ معلّٰی القاب نامدار والاتبار

کپتان ہز ہائنس نواب سر محمّد مہابت خان جی (ثالث) بابی بہادر

دام اقبالہ واجلالہ

جی، سی، آئی، ای، کے، سی، ایس، آئی

فرمانروائے ریاست مصطفٰے آباد عرف جُوناگڑھ

خلّد اللہ ملکہٗ وسلطنتہٗ

سرعنوان

تصاویر

عرضِ نیاز

سب تعریف اُس مالکِ کون و مکان اور خالقِ ارض و سما کے لئے ہے جس نے تمام مخلوقات کو پیدا کیا، اور اُن میں حضرتِ انسان کو رتبۂ عالی عطا فرما کر اشرف المخلوقات بنایا۔ درود نامحدود ہو اُس ہادیٔ برحق شافعِ محشر صلے اللہ علیہ وسلم پر جس کی اُمّت کو "بہترین قوم" کا لقب عطا ہوا۔ ذرۂ بی مقدار صدّیق خاکسار کی کیا طاقت کہ اُس ربّ العزّت کی حمد و ثنا میں زبان کھول سکے۔ اور اُس عظیم الشّان رسولِ اکرم صلّے اللہ علیہ وسلّم کی نعت و مدح ادا کر سکے۔

اِس ناچیز کو ابتدائے عمر سے شعر گوئی کا شوق ہے اگرچہ بندہ تحصیلِ علم سے عاری ہے لیکن یہ اُس مبداِ فیاض کا فیض جاری ہے جس نے قوّتِ گویائی کے ساتھ طاقتِ شعر گوئی عطا کی۔ چونکہ طبیعت موزون پائی ہے اِس لئے کبھی کبھی تک بندیاں کیا کرتا تھا۔ فکرِ دنیا میں سر کھپانا اور شعر کہنا میرے لئے دشوار تھا مگر اِس بندہ نوازی کے کیا کہنے کہ قدرتِ خداوندی نے اِس عاجز بینوا کو بارگاہِ سلطانی سے وابستہ کر دیا۔ اگرچہ شہر یار سوروٹھ کا خانہ زاد ہون لیکن حضور فیض گنجور کے جود و عطا اور کرم و سخا کی بدولت فکرِ دنیا سے آزاد ہون، مجھ ایسے نااہل کیلئے یہ کیا کم ہے کہ اپنی غلامی سے نکال کر اپنے "درباری شاعر" کے رتبۂ اعلیٰ پر پہنچا دیا۔ ذرّۂ ناچیز کو آفتاب بنا دیا، حضور کے دولت و اقبال کا ثناخوان ہون اور حضور کے الطاف و عنایات کا مدح کنان، یہ اس شہر یارِ عالی وقار کی نگاہِ کرم تھی جس نے ایک ادنیٰ خادم کی قدر افزائی فرما کر ہمرتبۂ آسمان بنا دیا، یہ حضور ہی کے لطف و عنایت کا صدقہ ہے جو مین اپنے خرافات کا مجموعہ چھپوا کر آج اُن کے حضور مین پیش کر رہا ہون اور یہ اُسی ذاتِ والاصفات کا طفیل ہے جس کی فیاضی اور دریا دلی نے مجھ تہی دست کو اِس

مجموعۂ اشعار کو چھپوانے کے قابل بنا دیا' حضور کی اِن ذرّہ نوازیوں اور شاہانہ عنایتوں کا شکریہ تو مجھ ناچیز سے کیا ادا ہوگا البتّہ حضور کے دولت و اقبال اور شاہی خاندان کے حق میں مَیں اور میرا خاندان دعائے خیر کرتا رہیگا، اور مین تادمِ زیست اُن کی مدح وستایش کا دم بھرتا رہونگا۔

یہان مین اپنے اُستادِ محترم جناب حکیم عبدالحی خان صاحب جوہرؔ رامپوری جُوناگڑھی کا تہِ دل سے شکریہ ادا کرتا ہون کہ صاحبِ موصوف نے نہ صرف میرے کلام کی اصلاح فرمائی بلکہ مجھ گم کردہ راہ کے لئے خضرِ راہ ثابت ہوئے اور ہر وقت میری مدد کی اور مجھے صحیح راستہ دکھایا۔

آخر مین شفیقِ محترم حضرت اخترؔ جوناگڑھی کا بدل ممنون ہون کہ جس کی رہنمائی اور کوشش سے یہ مجموعہ مرتّب اور حلیۂ طبع سے آراستہ ہوا۔

ناشکری ہوگی اگر اپنے کرم فرما مہربانوں کا شکریہ ادا نہ کرون' عالیجناب سیسی بھائی صاحب برادرِ نسبتی حضور نواب صاحب بہادر اور عالیجناب ابو بھائی صاحب اے۔ ڈی۔ سی حضور عالی نے نہ صرف میری ہمت بڑھائی بلکہ اِس مجموعہ کی اشاعت مین زیادہ تر انھین کی کوششون کو دخل ہے۔ میرے دیرینہ عنایت فرما اور قدردان جناب پٹیل حسن میان صاحب تاجر بمبئی جن کی قدرافزائی اور سرپرستی نے اس مجموعہ کی اشاعت مین میرا ہاتھ بٹایا گجراتی کے نامور ادیب شاعر اور مؤرخ جناب محمد عمر صاحب کوکِل جنھون نے اِس کتاب کی طباعت اور تجلید مین اعانت فرمائی ہے' بمبئی کے جلیل القدر عالم و فاضل سخنور حضرت سیّد ابراہیم صاحب محبؔ جنھون نے اِس کتاب کے پروف کی تصحیح فرما کر اپنی بزرگانہ نوازش سے مجھے سرفراز فرمایا۔ خدا ان عنایت فرما ؤن کو تادیر سلامت رکھے۔

ناچیز

صدّیق جُوناگڑھی

مقدّمہ

مُلکِ کاٹھیاواڑ بالائی ہندوستان سے بُعدِ مسافت کی وجہ سے تہذیب و معاشرت اور تعلیم و زبان کے لحاظ سے ہمیشہ پیچھے رہا۔ سلاطینِ احمد آباد اور شاہانِ مغلیہ کے عہدِ حکومت مین دہلی اور احمد آباد جو پیدائشِ زبانِ اُردو کے مرکز کہے جا سکتے ہین اُن کے اثرات یہان بہت دُھندلے پڑے جہان تک تحقیق و تفتیش کی گئی کاٹھیاواڑ مین زبانِ اُردو مین نثر یا نظم کی تصانیف نہین ملتین، یہان کی سب سے قدیم نظم مانگرولی شاہ کا قصۂ منظوم ہے جس کو کاٹھیاواڑ کی اُردو زبان کا نمونہ کہنا چاہیئے، اُس کو دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ گجرات کی اُردو ہے اِس لئے تعجب کی بات نہین اگر احمد آباد کی اُردو نے یہان اپنے قدم جمائے، اِس خطۂ ملک کا ایک صوبہ ملک سورٹھ ہے جو دو۲۰۰سو سال سے بابی خاندان کے فرمانرواؤن کے زیرِ سلطنت رہا ہے، چونکہ شہر جُوناگڑھ اِس صوبہ کا مرکزِ حکومت رہا ہے اور یہان مسلمانون کی آبادی کا تناسب بہ نسبت کاٹھیاواڑ کے دوسرے شہرون کے زیادہ ہے اِس لئے زبانِ اُردو نے یہان زیادہ رواج پایا اور اِس صوبہ کے اکثر مسلمان اسی زبان مین اظہارِ خیال کرتے ہین لیکن تحصیلِ علم و ادب مین انھون نے ترقی نہین کی اِس وجہ سے یہان شعر و سخن اور تصنیف و تالیف کا چرچا نہین ہے باستثنائے چند حضرات جو ادب اور سخن فہمی کا ذوق رکھتے ہین اور کسی نے ترقیٔ زبانِ اُردو کی طرف توجّہ نہین کی، زینت البلاد مصطفےٰ آباد اعنی جُوناگڑھ مین اکثر ہندوستانی علماء و شعراء کی آمد و رفت رہی ہے، اور کچھ علم و ادب کا چرچا بھی ہے، اِس بنا پر یہان کے بعض حضرات کو فنِ شعرگوئی کی طرف توجہ ہوئی جن مین سے صدّیق صاحب جُوناگڑھی بھی ہین جو شعر و سخن کا مذاق رکھتے ہین، صدّیق صاحب

ایک نوجوان شاعر ہین اور اکثر اہلِ علم اور شعراء کی صحبتون مین بیٹھکر اُنھون نے اِس فن مین کافی مہارت حاصل کرلی ہے اور وہ اُردو مین بہت اچھے شعر کہہ لیتے ہین، زبان و محاورات کا برابر خیال رکھتے ہین جیساکہ اُن کا کلام پڑھنے سے معلوم ہوگا، موجودہ زمانے مین غزل اور اچھی غزل کہہ لینا آسان نہین ہے، لیکن اُن کی غزلیات کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض بعض اشعار سلاست و روانی، نشستِ الفاظ اور چُستی بندش کے لحاظ سے قابلِ تعریف ہین۔

دس بارہ سال پیشتر کا ذکر ہے، اُستادِ محترم حضرت سیّد منگرولی میرے ہان تشریف فرما تھے، میان صدّیق بھی وہان آنکلے، اُستاد کی فرمایش پر انھون نے اپنی غزل سُنائی جس کا مطلع ہے،

شفق کو جانتے ہین خونبہا ہم صبحِ ارمان کا
عجب عالم دکھاتا ہے فلک شامِ غریبان کا

تو وہ پھڑک گئے اور اُن کے کلام کی بہت داد دی، اسی طرح وہ کئی مرتبہ اپنے عمدہ کلام پر خراجِ تحسین وصول کرچکے ہین، بعض حاسدون نے ازراہِ طعن اُن پر طنز کیا تھا کہ وہ دوسرون کا کلام اپنے نام سے پڑھ دیا کرتے ہین اِس پر انھون نے وہ قطعہ لکھا ہے جو "نکتہ چینون" کے عنوان سے اِس مجموعہ مین شامل ہے، اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ مذاقِ شعرگوئی قدرت کی طرف سے اُن کو عطا ہوا ہے۔

صدّیق صاحب نظمین، قصائد، غزلیات وغیرہ اصنافِ سخن مین طبع آزمائی کرتے رہتے ہین اور بعض اوقات بہت اچھے اشعار نکالتے ہین، کئی مرتبہ اُنھون نے جلسون مین نظمین پڑھی ہین اور داد حاصل کی ہے، اُن کے ترنّم سے پڑھنے کا انداز موسیقانہ ہے اور وہ اِس فن مین خاصی دسترس رکھتے ہین۔

مجھے اِس بات سے بڑی خوشی حاصل ہوتی ہے کہ اعلیٰ حضرت حضور نواب صاحب بہادر دام اقبالہ

نے اُن کے کلام کی اشاعت کا حکم صادر فرمایا ہے اور حضور ممدوح کی ادب نوازی کی بدولت جُوناگڑھ کے ایک شاعر کا کلام حلیۂ طبع سے آراستہ ہوکر قدردانانِ سخن کے ہاتھوں مین پہنچ رہا ہے، اُمید ہے کہ وہ اِس کی مناسب قدر فرمائینگے جس کا یہ مستحق ہے.

بمبئی ۷ر مارچ ۱۹۲۸ء

اختر جُوناگڑھی

آغازِ سخن

(حمد و نعت و منقبت)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد

ذرّے ذرّے مین ہے شانِ کردگار
اُس کا جلوہ ہر جگہ ہے آشکار

اپنا سر خم ہے درِ معبود پر
لایقِ سجدہ ہے بس پروردگار

بادشہ ہو یا گدا ہو کوئی ہو
سب ہین اُس کے لطف کے اُمیدوار

شکر کیونکر ہو سکے اُس کا ادا
ہو نہ احسانون ہی کا جس کے شمار

ہے خزان ہر گُل کو باغِ دہر مین
چند روزہ اِس چمن کی ہے بہار

لاج رکھ لے بندۂ ناچیز کی
ہے خطاؤن سے وہ اپنی شرمسار

اے مِرے مالک طفیلِ پنجتن
بخشنا صدّیق کو روزِ شمار

نعت

پیا صلِّ علیٰ کہتے ہی پیمانہ محمّدؐ کا
مِری تقدیر مین لکھا تھا میخانہ محمّدؐ کا

مِٹا دیگا یہ نامِ قیس دیوانہ محمّدؐ کا
جلا دیگا یہ شمعِ طور پروانہ محمّدؐ کا

نظر پڑتے ہی مجھ پر پڑ گئی میخانہ مین ہلچل
کہا ساقی نے وہ آیا ہے مستانہ محمّدؐ کا

نہین معلوم کہتے ہین کسے دیر و حرم واعظ
بسا جب سے مِری آنکھون مین کاشانہ محمّدؐ کا

درِ جنّت پہ جب روکے کوئی صدّیق کہدینا
کہ یہ لکھا ہوا ہے دیکھ پروانہ محمّدؐ کا

۲

یہ پردہ دُوئی کا اُٹھاؤ محمدؐ
مجھے اپنا جلوہ دکھاؤ محمدؐ

یہ معراج کی شب خدا کہہ رہا تھا
تمہین خوف کس کا ہے آؤ محمدؐ

فرشتو بڑا مجھ پہ احسان ہوگا
کدھر ہین کدھر ہین بتاؤ محمدؐ

مین بارِ گُنہ سے پسا جا رہا ہون
بچاؤ بچاؤ بچاؤ محمدؐ

تباہی مین بیڑا ہے ہم عاصیون کا
تم اب ناخدا بنکے آؤ محمدؐ

نہین اُن کا دونون جہان مین ٹھکانا
جو بُھولے ہوئے ہین خدا و محمدؐ

پلا کر مجھے شربتِ دید اپنا
لگی آگ دل کی بُجھاؤ محمدؐ

یہ صدیقؔ بھی آپ کا اُمتی ہے
گُنہ گار ہے بخشواؤ محمدؐ

۳

شاہِ رُسُل پیغمبرِ اعظم صلّے اللہُ علیہ وسلّم
رہبرِ کامل ہادیٔ عالم صلّے اللہُ علیہ وسلّم

رُوئے منوّر نیّرِ اعظم صلّے اللہ علیہ وسلّم
خُوئے مقدّس خُلقِ مجسّم صلّے اللہ علیہ وسلّم

کیا مین کہون وہ کیا ہین ہمدم قصہ کوتہ ہے یہ مُسلّم
بعدِ خدا ہین سب سے اکرم صلّے اللہ علیہ وسلّم

شافعِ محشر ساقیٔ کوثر منبعِ اُلفت مخزنِ شفقت
معدنِ رحمت مُحسنِ عالم صلّے اللہ علیہ وسلّم

دُور رہیگا تجھ سے ہر غم پڑھتا رہ صدیقؔ تو ہر دم
صلّے اللہ علیہ وسلّم صلّے اللہ علیہ وسلّم

منقبت

سلام

تُو دو جہان مین با احترام ہو جائے
جو دل سے آلِ نبیؐ کا غلام ہو جائے

غمِ حسینؓ مِرے دل مین برقرار رہے
بلا سے راتون کا سونا حرام ہو جائے

ضرور شان مین عرشِ عظیم سے بڑھ جائے
جو دل مین مَسکنِ عشقِ امام ہو جائے

مکانِ گلشنِ جنّت خدا سے پائیگا
جو عاشقِ شہِ عالی مقام ہو جائے

عطا مریضِ غمِ ہجر کو خدا کے لئے
مئے وصال کا یا شاہ جام ہو جائے

یہ اپنے عاجز و مسکین و بینوا کا بھی
قبول اے شہِ والاسلام ہو جائے

نہ ہو وہ کس لئے صدّیق ساکنِ جنّت
جو دل سے شاہِ نجف کا غلام ہو جائے

۲

غم سرور مین کرو خونِ جگر کا پانی
حوضِ کوثر کا سرِ حشر ملیگا پانی

جب غمِ شاہ مین ہوتا ہون مری آنکھون کو
دیکھ کر شرم سے ہو جاتا ہے دریا پانی

پانی پانی ہوئے غیرت سے ستمگر شامی
رَن مین جب شاہ کی شمشیر کا دیکھا پانی

ساکنِ گلشنِ جنّت بھی تھے بیکل جس دم
تین دن تک نہ مِلا شاہ کو دانا پانی

شاہ کے ابرُوؤن کو رَن مین جو کھنچتے دیکھا
ظالمون کی ہوا شمشیر کا لوہا پانی

بُوند پانی کے عوض کوثر و زمزم پاتا
شاہ کی نذر جو کرتا کوئی قطرہ پانی

یاد مین تشنگیِ شاہِ شہیدان کی مُدام
تم اے صدیق پلایا کرو ٹھنڈا پانی

۳

ایک عالم ہے ثنا خوانِ حسینؓ — مرحبا کیا شان ہے شانِ حسینؓ
سر دیا اُمّت کی بخشش کے لئے — ہر مسلمان پر ہے احسانِ حسینؓ
حضرتِ ایوبؑ سے پُوچھے کوئی — صبر و استقلال و ایمانِ حسینؓ
جان دے دی دین کی اِک آن پر — مرحبا کیا آن تھی آنِ حسینؓ
لعنتِ حق بر شریکانِ یزید — رحمتِ حق بر رفیقانِ حسینؓ
بھیجئے آلِ محمدؐ پر درود — اے مرے پیارے محبّانِ حسینؓ
بس کہ ہون صدیق مین اُن کا غلام
جن کو کہتے ہین غلامانِ حسینؓ

۴

نہین کچھ خوف واعظ گرمیٔ خورشیدِ محشر کا — کہ ہوگا میرے سر پر سایہ دامانِ پیمبرؐ کا
اگر صدقہ نہین یہ مدحتِ آلِ پیمبرؐ کا — تمھین کہدو کہاں مین اور کہان زینہ یہ منبر کا
سِوا ان پانچ دَر کے مین نہین سائل کسی دَر کا — محمدؐ کا علیؓ و فاطمہؓ شبیرؓ و شبّرؓ کا
لقب تو دیکھئے عقدہ کشا، مشکلکشا، مولا — علیؓ شیرِ خدا، خیبر شکن اُس بندہ پرور کا
زبانِ خشک کا سوزِ بیان سے یہ تقاضا ہے — علیؓ کے ہاتھ سے لیکر پئین گے جامہ کوثر کا

عنایت حضرتِ جبریلؑ سے گر مجھ کو پَر ہوتا
ثنائے پنجتن لکھتا بنا کر مین قلم پَر کا

میسر ہے درِ شبیرؓ سے صدیق کو سب کچھ
مِلا کرتا ہے بے مانگے اِسے اپنے مقدر کا

۵

حق پہ یہ دونون برادر شبرؓ و شبیرؓ ہین
شان مین دونون برابر شبرؓ و شبیرؓ ہین

قلزمِ وحدت کے گوہر شبرؓ و شبیرؓ ہین
بحرِ رحمت کے شناور شبرؓ و شبیرؓ ہین

راہ گم کردہ کے رہبر شبرؓ و شبیرؓ ہین
جاں نثارِ راہِ داور شبرؓ و شبیرؓ ہین

اللہ اللہ کیا بیاں ہو آپ کا حُسن و جمال
غیرتِ خورشیدِ انور شبرؓ و شبیرؓ ہین

غرق ہو سکتا نہین بیڑا کبھی اسلام کا
کشتیِ اُمت کے لنگر شبرؓ و شبیرؓ ہین

کن کے نانا کہیئے تو حاجت روائے خلق ہین
کون ہین جانِ پیمبر شبرؓ و شبیرؓ ہین

صورتِ مشکل کشا مُشکلکشائے خلق ہین
مرحبا فرزندِ حیدر شبرؓ و شبیرؓ ہین

کن کی مادر کو لقب "خاتونِ جنت" کا مِلا
فاطمہؓ کے لعل و گوہر شبرؓ و شبیرؓ ہین

فکر کیون کرتا ہے تو صدیق روزِ حشر کی
جب شفیع روزِ محشر شبرؓ و شبیرؓ ہین

٦

جو عاشقِ حسین علیہ السّلام ہے
لا ریب اُس پہ آتشِ دوزخ حرام ہے

رُتبہ مین پنجتن کے جسے کچھ کلام ہے
ایسے بشر کو دُور سے میرا سلام ہے

میرے کلام کا یہی حاصل کلام ہے
"بے حُبِّ اہلِ بیت عبادت حرام ہے"

واقف نہین ہے کون شجاعت سے آپ کی
مدّاح جس کا آج تلک رُوم و شام ہے

اُمّت کا ہے خیال یہ فرماتے تھے حسینؓ
ورنہ بس ایک وار مین ترکی تمام ہے

کچھ آج ہی زبان سے نکلا نہین حسینؓ
بچپن سے خاکسار کا تکیہ کلام ہے

صدّیق اُس کو ڈر نہین روزِ حساب کا
جس شخص کا حسینؓ کے دفتر مین نام ہے

۷

دل کی دُنیا شاہ کے غم مین بسانی چاہیے
آنسوؤن کی آنکھ سے ندی بہانی چاہیے

شیر کے بدلے نہ پانی بھی ملا معصوم کو
رنجِ اصغرؓ کا ہے اشکون مین روانی چاہیے

دل مین حُبِّ آلِ سلطانِ رسالت ہو ضرور
حوضِ کوثر کا اگر محشر مین پانی چاہیے

جس پہ یا شبیرؓ خود عاشق تھے محبوبِ خدا
مجھ کو بھی وہ چاند سی صورت دکھانی چاہیے

التجا صدّیق کی یہ ہے کہ روزِ حشر مین
ہر خطا یا شاہ میری بخشوانی چاہیے

سلامی بوقتِ شام بدرگاہِ حضرت داتا میران سیّد علی رحمۃ اللہ علیہ

مقام اوناوا اسٹیشن اونجھا نارتھ گجرات

دست بستہ ہون حاضرِ دربار — زیبِ مسند ہین سامنے سرکار

بھیج کر آپ پر درود و سلام — لین مُراد اپنی اپنی خاص و عام

وِردِ سیّد علی ہو صبح و شام — ہے وہ دانا جو سمجھے اپنا امام

ہم ہین سائل اور آپ ہین داتار — بحرِ غم سے کرو یہ بیڑا پار

در پہ سرکار کے جو آئے ہین — دل مین جو جو مُراد لائے ہین

جس کی جیسی مُراد ہو پائین — پا کر اپنی مُراد گھر جائین

مرحبا گلشنِ علیؓ کے نہال — مرحبا اے حبیبِ حق کی آل

مانڈو[1] سر دے کے سر نہ کیون کرتے — مشکلون مین کسی سے کیون ڈرتے

ہین یہ مشکلکشا علیؓ کے لال — سرورِ دو جہان کی ہین یہ آل

سنگدل ان سے لڑتے کیا پتّھر — جن کے دادا نے سر کیا خیبر

یہ حیات النبیؐ کا جانی ہے — زندگی اس کی جاودانی ہے

یہ شہیدانِ راہِ داور ہین — بحرِ رحمت کے یہ شناور ہین

ان سے اوناوہ کیون نہ ہو گلزار — باغِ جنّت کے ہین گلِ بے خار

[1] مانڈو گڑھ کا قلعہ واقع گجرات

چار سُو کیون ہَرا نہ ہو گجرات — جس پہ سیّد علیؒ ولی کا ہے ہاتھ

مین کرون آپ کی بھلا مدحت — یہ دہن میں مِرے کہان طاقت

ہان مگر سب کرم یہ تیرا ہے — ورنہ یہ کب دماغ میرا ہے

مین نے پایا ہے سب تِرے در سے — آج ہون جو ہَرے بھرے گھر سے

جام ایسا پلا دیا تُو نے — کچھ سے کچھ ہی بنا دیا تو نے

ساقیا ہے وہ تیری مَے کا خمار — جانتا ہے جو ہے تِرا میخوار

جس نے پی ہو وہی مزا جانے — اِس سے محروم ہو وہ کیا جانے

رشکِ جنّت ہے تیرا میخانہ — رشکِ مجنون ہے تیرا دیوانہ

فخرِ حاتم ہے تیرے در کا گدا — جا کے شاہون کے در پہ دے نہ صدا

تجھ سے سب کچھ اسے میسّر ہے — اپنی تقدیر کا سکندر ہے

اپنے صدّیق پر کرم کیجے — دونون عالم مین لاج رکھ لیجے

یہ بھی ہے التجا مِری داتار — سحر و شام اے سخی سرکار

شاہِ سورٹھ کے حق مین لیجے دعا — مرتبے ہون بلند اِس سے سِوا

اور بڑھتا رہے یہ جاہ و جلال — پاس آئے کبھی نہ رنج و ملال

شاد و آباد یہ رہین ہر دم
اور اِن پر رہے خدا کا کرم

تذرِ سلطانی

(قصائد و مدائح)

شکریہ

نوید امن ہے چارون طرف جہان کے لئے
رہی نہ جائے ستم کوئی آسمان کے لئے

مین ایک ذرۂ ناچیز دور اُفتادہ
تڑپ رہا تھا کسی سنگِ آستان کے لئے

یہ خوف تھا کہ نہ پامالِ خلق ہو جاؤن
پناہ ڈھونڈھ رہا تھا مین حفظِ جان کے لئے

یکایک آپ کے الطاف کی نظر جو پڑی
بدل گئی مِری تقدیر جاودان کے لئے

فسردہ طالع قسمت کو وہ فروغ مِلا،
کہ وجہِ رشک ہوا مہرِ آسمان کے لئے

وظیفہ کر دیا میرا صلہ دیا مجھ کو
مکان رہنے کو بخشا مِری امان کے لئے

رہیگی وقف یہ مدّاح کمترین کی زبان
مدیحِ حضرتِ نوّابِ مہربان کے لئے

ادائے شکر زبان سے محال ہے صدّیق
اگرچہ ہر سَرِ مُو ہو زبان بیان کے لئے

مُبارکباد

برعطای خطاب جی سی آئی اِی بحضور بندگان عالی دام اقبالہ

پایا جو تم نے اے شہِ عالی وقار چاند[1]
ہے اُس سے آفتاب خجل شرمسار چاند

سُورج کی طرح نام ہے روشن حضور کا
لیکن یہ چاند اُس کو لگائیگا چار چاند

کہتا ہے یہ ستارۂ قسمت حضور کا
یہ ایک چاند کیا ہے ملینگے ہزار چاند

تقریبِ ماہِ عید کے مانند شہر مین
پھیلی خوشی جو لائے شہِ نامدار چاند

یہ جی، سی، آئی، اِی کا مبارک ہے خطاب
اور کے، سی، ایس، آئی کا یہ شاندار چاند

سینہ سے آج والی سورٹھ کے جا لگا
اللہ رے یہ رتبہ ترا یہ وقار چاند

یارب تمام ہند مین سرکار کے لئے
ہو باعثِ ترقّیٔ عزّ و وقار چاند

صدّیق کیا عجب ہے اگر شاہ سے مِلے
اِس چاند کی خوشی مین تجھے زرنگار چاند

---

[1] تمغہ کی شکل چاند کی سی ہوتی ہے اِس لئے عموماً گجرات اور کاٹھیاواڑ مین اُس کو چاند کہا جاتا ہے۔

تہنیت سالگرہ

حضور والا ہز ہائنس سر مہابت خانجی جی سی آئی ای کے سی ایس آئی

نواب صاحب بہادر جوناگڈھ دام اقبالہٗ

چمن مین کس گلِ خوبی کی آئی سالگرہ
بشکلِ گل جو لگاتا ہے ہر نہال گرہ

پڑی جو گیسوئے سنبل مین بال بال گرہ
لگائی کلیون کی شاخون نے لال لال گرہ

لگائین ڈورے مین اب شاہ خوش جمال گرہ
خوشی منائین کہ حق نے دکھائی سال گرہ

دِلون کو گانٹھ نہ لے دیکھنا جو ڈورے مین
لگی ہے زلفِ گرہ گیر کی مثال گرہ

گرہ لگائین حضور اتنے سال ڈورے مین
کہ خانہ زادون کو گننا بھی ہو محال گرہ

ہوا ہے شہ سے جو عہدِ وفا اُسے اے عمر
گرہ مین باندھ کے رکھ اور پھر سنبھال گرہ

ردیف و قافیہ گو سخت تھے مگر صدیق
لگا کے لایا ہے ہر شعر مین کمال گرہ

تہنیت سالگرہ

بتقریب سالگرہ حضور والا سر مہابت خانجی جی، سی آئی ای، کے، سی، ایس، آئی
بابی بہادر جوناگڈھ دام اقبالہ

پھر بزم شہ مین لائی ہے اک دور خوشی کا سالگرہ
اے ساقی تو لا ساغر مے اے مُطرب تُو گا سالگرہ

پھر جوش و طرب کی موجون سے اِک فیض کا دریا جاری ہو
سرکار جہان سے رکھتی ہے یہ چشم تمنّا سالگرہ

ہر عید سے بڑھکر تیری خوشی سورٹھ مین منائی جاتی ہے
یہ مان[1] ترا یہ شان تری کیا کہنا تیرا سالگرہ

پڑھ پڑھ کے دعا دی جاتی ہے یہ سالگرہ کے رِشتہ مین
یہ شہ کی عمر مین برکت کا کوئی ہے گنڈا سالگرہ

گانٹھون کو صفر ین فرض کرو ڈورے کو سمجھ لو ایک عدد
یون عمر شہِ سورٹھ کی گِنو ہے ایک معمّا سالگرہ

ہے اُن کی خوشی مین سب کو خوشی دیتے ہین دعا خوش ہو کے سبھی
دکھلانا اِسی صورت سے انھین ہر سال خدایا سالگرہ

صدّیق گرہ دیجاتی ہے جب سالگرہ کے رشتہ مین
اِک میرے مشکل عقدہ کو کردیتی ہے وا سالگرہ

---

[1] گجراتی لفظ ہے جس کے معنی عزت اور مرتبہ کے ہین۔

تہنیت سالگرہ

بحضور والا سر مہابت خانجی جی، سی، آئی، ای؛ کے، سی، ایس، آئی بابی بہادر جوناگڈھ دام اقبالہٗ

سہرا

آج ہے سالگرہ باندھئے سر پر سہرا
باغ سردار کے پھولون کا معطّر سہرا

ہر برس مجھ کو دکھائے یہی منظر سہرا
حشر تک ایک سے ہو ایک یہ بڑھکر سہرا

باندھا سر پر اِسے نوّاب مہابت خان نے
واہ لایا ہے یہ کیا بختِ سکندر سہرا

پھول چُن چُن کے یہ سورٹھ کے چمن سے مالن
مرحبا لائی ہے کیا خوب بنا کر سہرا

اِس مین کیون عطر سے بڑھکر نہ ہو میٹھی خوشبو
ہے شکر باغ کے پھولون کا معطّر سہرا

توپین چلتی ہین اِدھر اور اُدھر دیکھو تو
گونج کر گاتا ہے کس شوق سے ڈونگر[۱] سہرا

میرے سرکار کو اللہ سلامت رکھے
سایۂ لطفِ خدا کا رہے سر پر سہرا

اپنے صدّیق پہ رکھیگا عنایت کی نظر
نذر کے واسطے لایا ہے بنا کر سہرا

---

[۱] گجراتی مین ڈونگر پہاڑ کو کہتے ہین۔

تہنیت عید

بحضورِ پُرنور عالیجاہ نواب صاحب بہادر دام اقبالہٗ

بزمِ عالم مین ہوئی جلوہ نمائی عید کی
اپنے بندون کو خوشی حق نے دکھائی عید کی

باغ سورٹھ مین بہارِ عیش آئی عید کی
عندلیبون نے مبارکباد گائی عید کی

وقت ہے ساقی کہ باہم شیشہ وساغر لین
چھاونی بنکر گھٹا عالم پہ چھائی عید کی

واہ کیا پُرلطف ہے منظر ہجومِ خلق کا
بھاگئی دل کو ادائے خوشنمائی عید کی

حضرتِ نوابِ والاشان مبارک ہو تمھین
یہ مسرّت، یہ خوشی، یہ دلکشائی عید کی

تم خوشی ہر روز وشب اِس سے سوا ئے شہ مناؤ
آج دنیا نے خوشی جتنی منائی عید کی

کھُل گئی فرطِ خوشی سے آج ہر دل کی کلی
اے صبا اچّھی خبر تو نے سُنائی عید کی

خوش رہین دُنیا مین نوّابِ مہابت خان مدام
ہے انھین کے دم سے یارب خوشنمائی عید کی

ہو گئی مقبول بے حد خدمتِ شاہی مین آج
تہنیت صدیق جو تُو نے سُنائی عید کی

تہنیتِ عید

بحضور نامدار عالی وقار ہز ہائنس نواب صاحب بہادر دام اقبالہٗ

پھر دھوم سے جہان مین ہوئی آشکار عید ہان لو مبارک اے شہِ عالی وقار عید

اے باغبانِ گلشنِ سورٹھ ترے لئے لائی ہے بے شمار خوشی کی بہار عید

وان روزہ دار عید پہ ہوتے ہین سب نثار یان لطف یہ کہ ہوتی ہے تم پر نثار عید

جس کو تمھاری دید میسّر ہے روز و شب اُس خوش نصیب کی تو ہے لیل و نہار عید

اپنی کرم سے آپ کے ہر روز عید ہے آتی ہے یون تو سال مین دو ایک بار عید

صدّیق پر ہمیشہ رہے لطف کی نظر

لایا ہے لکھ کے آج یہ نذرانہ وار عید

تہنیت عید

بحضور فیض گنجور نوّاب صاحب بہادر بالقابہٗ

یہ روزِ عید ہمایون اثر مبارک ہو
نشاط و عیش و خوشی سر بسر مبارک ہو

شفق کے پردے مین بالائے آسمان سرِ شام
ہلالِ عید اے رشکِ قمر مبارک ہو

یہ کہہ رہا ہے ہر اِک چاند دیکھنے والا
کسی کا چاند سا مُنہ دیکھکر "مبارک ہو"

دعا ہے خلقِ خدا کی یہ شاہِ سورٹھ کو
جلوسِ عید بصد کرّ و فر مبارک ہو

انھی کے دم سے ہزارون کی عید ہوتی ہے
ہزار عید انھین عید پر مبارک ہو

حضورِ شاہ مین کر عرض شوق سے صدّیقؔ
یہ عیدِ فطر تمھین نامور مبارک ہو

مبارکباد

بتقریبِ ولادتِ شاہزادۂ بلند اقبال

بمشکوئ معلّٰی عالیجاہ حضورِ نواب صاحب بہادر دام اقبالہٗ

یہ میرے کان مین کیا شورِ بلبلان آیا
کہ باغ مین گلِ مقصودِ باغبان آیا

یہ کون آپ کے گھر میرے مہربان آیا
خوش آمدید جسے کہنے اِک جہان آیا

یہ کس کے آتے ہی گلشن سی ہوگئی مجلس
یہان کہان سے گُلِ گلشنِ جنان آیا

یہ کس کے آتے ہی روشن سی ہوگئین آنکھین
یہان کہان سے مہِ اَوجِ آسمان آیا

ہنسے تو پھول ہے بولے تو بلبلِ شیدا
کھو تو غنچے کے مانند بے زبان آیا

مبارک اے گلِ خندان ہو پھولنا پھلنا
کہ بوستان مین تو اِک رشکِ بوستان آیا

مبارک اے شہِ سورٹھ پسر مبارک ہو
یہ نام آپ کا آیا تو وہ نشان آیا

خوش آمدید یہ صدّیق نے لکھی دل پر
قدم حضورِ گرامی کا جب یہان آیا

مبارکباد

بتقریبِ ولادتِ شاہزادۂ بلند اقبال

شہ کے مُشکوئے معلّٰی مین پسر پیدا ہوا
چشمِ سورٹھ کے لئے نُورِ نظر پیدا ہوا

پھر نہالِ آرزو مین اِک ثمر پیدا ہوا
پھر صدف مین بحرِ اُلفت کی گُہر پیدا ہوا

سَروِ قد غنچہ دہن نازک بدن رشکِ چمن
غیرتِ خورشید اور رشکِ قمر پیدا ہوا

راحتِ جان و جہان دل کا سُرور آنکھون کا نُور
باعثِ آرام و تسکینِ جگر پیدا ہوا

شاہ کے فرزند ہونے کا شرف حاصل ہوا
کیا غلط ہے گر کہون اقبال ور پیدا ہوا

شہ کو ہو نعمت مبارک اور تجھے صدّیق شکر
تُونے جو کی تھی دعا اُس مین اثر پیدا ہوا

نظم

تبقریب شکار شیر از حضور نواب صاحب بہادر دام اقبالہٗ

دل دیکھیے ہمارے نوابِ دلیر کا
جا کر شکار کر لیا منٹوں میں شیر کا

وہ سبز سبز گھانس کنارہ وہ نہر کا
تھے کوئی دن کے چار بجے وقت سیر کا

بیٹھے وزیر و شاہ بہم ایک مانچ[۱] پر
دیتے ہوئے یہ حکم نہ ہو فیر غیر کا

اتنے میں غل ہوا کہ سنبھالو بچو ہٹو
کہہ دو یہ شاہ سے کہ نہیں وقت دیر کا

یہ سُن کے ہوشیار ہوئے شاہ اور وزیر
اتنے میں سامنا ہوا شیروں سے شیر کا

بندوق چھوٹتے ہی شہِ نامدار کی
شیرِ ببر نشانہ ہوا ایک فیر کا

صدّیق دیکھتے ہی شجاعت یہ شاہ کی
چاروں طرف سے آئی صدا واہ واہ کی

۱؎ بمعنی مچاند

مبارکباد

ولایت سے شاہزادوں کی تشریف آوری کے موقعہ پر

رتبۂ و منصب لفضلِ حق ملا دونوں کو ایک
اور ملی سرکار کے دل میں بھی جا دونوں کو ایک

والئ سوٹھ کے شہزادے جو تھے انگلینڈ میں
لیکے آیا ہند میں ہے نا خدا دونوں کو ایک

اک دلاور خانجی اور ایک ہمت خانجی
نام بھی تاثیر و معنی میں ملا دونوں کو ایک

دیکھکر دونوں کی بھولی بھالی صورت بزم میں
دے رہے ہیں صدق دل سے سب دُعا دونوں کو ایک

جس نے دونوں میں نہیں رہنے دیا کچھ امتیاز
ہے ملا ایسا لباسِ فاخرہ دونوں کو ایک

جانتا ہے منصب و رتبہ میں اور توقیر میں
جوناگڈھ کا ہر بشر چھوٹا بڑا دونوں کو ایک

دیکھکر صدیق کی جانب ہر اک کہنے لگا
یہ ملا ہے شاعرِ مدحت سرا دونوں کو ایک

اشعار

شاہزادگانِ عالی وقار کے ولایت سے تشریف لانے کے موقع پر

میں بھی ہوں وصفِ مہابت خاں
کیونکہ وہ جوناگڈھ کا ہے سلطاں

نورِ چشم ایک اُن کا ہمّت خاں
اور ہے دوسرا دلاور خاں

دونوں از روئے حسن و خوبی فرد
دونوں از روئے علم و فن ذیشاں

چرخِ عظمت پہ ہے بفضلِ خدا
ایک مہر اور ایک مہِ تاباں

عیش نواب کے گلستاں میں
ایک غنچہ ہے اک گلِ خنداں

الغرض بے مثال ہیں دونوں
ان سی شوکت کا ہی جہاں میں کہاں

اس لئے یا خدا یہی ہے دُعا
رہے دونوں کا دل سدا شاداں

اور دونوں کا دونوں عالم میں
ہو نگہبان خالقِ دوراں

عمر و اقبال و منصب و شوکت
ہو فزوں التجا ہے یا رحماں

اور صدّیق کی دُعا ہے یہی
پائیں مقصودِ دل مہابت خاں

اشعار

بتقریبِ شادیٔ ختنہ شاہزادگان عالی تبار دلاور خانجی و ہمّت خانجی دام اقبالہما

ہو ترقی شاہ والا آپ کے اقبال میں
دونوں شہزادوں کو خوش رکھّے خدا ہر حال میں

ختنۂ شہزادگاں کی دھوم ہے اس سال میں
ہم نے دو عیدیں منائیں اک مہِ شوّال میں

غسلِ صحت کر چکے ہیں شہ کے دونوں لال آج
آب ہے وہ اُن کے چہروں پر نہیں جو لال میں

اے نہالِ گلشنِ سورٹھ مبارک آپ کو
مدّعا کے پھول کھلنا آرزو کی ڈال میں

ہیں ہوں صدّیقؔ اور یہ مدحت ہے اس سرکار کی
جس نے مجھکو دی ترقی آبرو میں مال میں

تہنیت

بتقریب جشنِ شادیِ ختنہ شہزادگان عالی وقار دلاور خانجی و ہمّت خانجی دام اقبالہما

جلوس و جشن شہزادوں کا اے سرور مبارک ہو
ادا کی خوب تم نے رسمِ پیغمبر مبارک ہو

نہیں کم رونقیں اس بزم کی بزمِ سکندر سے
یہ شاہانہ جلوس و جشن کا منظر مبارک ہو

صبا جب باغ میں پہنچی ہے لیکر نغمۂ محفل
زبانِ برگِ سوسن نے کہا ہل کر مبارک ہو

"سلامت" کہتے کہتے تھک گئے حضرت سلامت بھی
کہا آہستگی سے اور رک رک کر "مبارک ہو!"

ہوئی ہیں یوں دلاور خان و ہمّت خان کی ختنہ
خوشی حق نے دکھائی آپکے گھر پہ مبارک ہو

انھیں دو چاند سے چہروں کا گلشن میں اجالا ہے
سپہرِ باغ کو مہر و مہِ انور مبارک ہو

ملے فضلِ خدا سے عیش دونوں جسقدر چاہیں
ترقی اس طرح ہو ہر ترقی پر مبارک ہو

خدا صدّیق وہ بھی روز ان کو جلد دکھلائے
کہ یہ دونوں بنیں نوشاہ اور گھر گھر "مبارک ہو"

تہنیت

بتقریب شادیٔ ختنہ شہزادگانِ دلاور خانجی و ہمت خانجی دام اقبالہما

آج ہے پھیلی ہوئی گھر گھر خوشی
جس کو دیکھو ہے وہ سرتاسر خوشی[1]

چھوڑ کر جائے کہاں یہ در خوشی
جانتی ہے اس کو اپنا گھر خوشی

ختنۂ شہزادگاں کے بعد اب
ہو رہی ہے غسلِ صحت پر خوشی

ہو رہے ہیں جمع سامانِ نشاط
صاد کرتی جاتی ہے جن پر خوشی

آ رہے ہیں میہمانِ ذی وقار
ایک کو ہے ایک سے مل کر خوشی

سج رہا ہے شہر دولہا کی طرح
آئی ہے گویا دُلھن بنکر خوشی

گرم ہے ہنگامۂ عیش و طرب
ہے نمایاں سب کے چہروں پر خوشی

چہرۂ نواب صاحب دیکھ کر
ہو رہی ہے آپ سے باہر خوشی

اک ہجومِ خلق ہے زیرِ محل
لُٹ رہی ہے شاہ کے در پر خوشی

اب دُعا پر ختم کرتا ہوں کلام
ہو مبارک تم کو یہ سر پر خوشی

دونوں فرزندانِ عالی آپ کے
خوش رہیں جبتک ہے دُنیا پر خوشی

تہنیت صدیق کی کیجے قبول
پیش کرتا ہے جو خوش ہو کر خوشی

---

[1] سرتاسر خوشی یعنی خوشی مجسّم۔

تہنیت سالگرہ

شاہزادہ ولیعہد دلاور خان جی۔ بمقام لندن

نہ گاؤں شوق سے کیوں انجمن میں سالگرہ
کہ بلبلوں نے بھی گائی چمن میں سالگرہ

بندھا ہے آج ولایت میں جن کے سر سہرا
ہے آج دھوم سے انکی وطن میں سالگرہ

نواب زادہ والا دلاور عالی
ہزار سال لگائیں رسن میں سالگرہ

یہ بات گانٹھ میں باندھی ہے بھولنے کی نہیں
کہ یونہی آئیگی ہر ایک سن[1] میں سالگرہ

خدا وہ روز بھی دکھلائے شاہزادے کے
ادہر لگن[1] ہوں اُدہر ہو لگن[2] میں سالگرہ

رہیں گے یاد یہ اجلاس ہم کو اے صدیق
لگی ہے سانس کے ڈورے کی من میں سالگرہ

---

[1] گجراتی زبان میں سن سنہ کو کہتے ہیں۔

[2] گجراتی زبان میں لگن شادی بیاہ کو کہتے ہیں۔

مبارکباد

بتقریبِ سالگرہ شاہزادہ ہمّت خان جی

بمقام جوناگڈھ سردار باغ

آج وہ تقریب ہے سردار باغ میں آئی ہوئی
جس کی خاطر آنکھ نرگس کی تماشائی ہوئی

پھر بپا جوشِ مسرت ہے محل میں شاہ کے
پھر مبارکباد کو مخلوق ہے آئی ہوئی

شاہ کے فرزند کی عقد سنیں کی دُھوم ہے
یا بہارِ جانفزا ہے باغ میں آئی ہوئی

اس رسن کو دیکھئے جس میں لگائی ہے گرہ
زُلفِ جاناں کی طرح کیسی ہے بل کھائی ہوئی

دیکھنا اس سہرہ عقد سنیں کی زرق برق
شمعِ محفل سامنے جس کے ہے شرمائی ہوئی

دو دُعا سرکار کو صدّیق شاعر بن گئے
ہے یہ دولت بس اسی دربار سے پائی ہوئی

تہنیت سالگرہ

شہزادۂ بلند اقبال باپو صاحب

بزم میں بیٹھا ہے سہرا باندھ کر
شیر کی مانند بے خوف و خطر

باپو صاحب ثانیٔ شیر زماں
ہے وہی سب شان و شوکت کرّ و فر

ہے وہی سرکار کا شیریں دہن
ہے وہی سرکار کا پیارا پسر

ہے وہی سرکار کے دل کا سرور
ہے وہی سرکار کا نور نظر

ہے وہی سرکار کا آرام جاں
ہے وہی سرکار کا لخت جگر

ہے وہی سرکار کا چشم و چراغ
ہے وہی روشن جبیں رشک قمر

ہے وہی سرکار کا نخلِ مراد
ہے وہی سرکار کا عالی گہر

آئی ہے عقد سنیں پھر اس کی آج
آ رہا ہے تہنیت کو ہر بشر

پھولتا پھلتا تر و تازہ رہے
گل یہ باغ دہر میں شام و سحر

ہے دعا صدّیق کی یہ ہر گھڑی
یا الٰہی خوش رہے یہ عمر بھر

اشعار

بتقریب تشریف آوری حضور والا مکان رشیدی بھائی صاحب

نہ پوچھو رنگ محفل آنے والو شادماں ہوکر
کہ آئے ہیں یہاں نواب صاحب مہرباں ہوکر

ہوئی ممنون رشیدی بھائی صاحب میزباں ہوکر
جو کی یوں شاہ نے لطف و عنایت میہماں ہوکر

یہ نیک اندیشگی یہ پختگی یہ تجربہ کاری
یہ دل اور یہ دماغ اللہ اکبر پھر جواں ہوکر

یہی حضرت تو ہیں جو باغ میں تشریف لائے ہیں
کہ خوش رکھیں ہمیں پھولوں کی صورت باغباں ہوکر

نہیں چاہتے جن کو کہا تم اُس کو تو کہنا
نہیں یہ جانتے نا مہربانی مہرباں ہوکر

خوشی اُسکی جو اُنکے پاس آیا بادلِ غمگیں
نصیب اُس کا جو اُن کے پاس آیا شادماں ہوکر

بہت کچھ آپ کی تعریف اہلِ شہر کرتے ہیں
لکھا کچھ بھی نہیں صدیق تونے مدح خواں ہوکر

اشعار

بوقتِ تشریف فرمائی حضورِ والا بمکانِ اَبّو بھائی صاحب جمعدار

اے۔ ڈی۔ سی۔ حضور نواب صاحب بہادر

قدم آیا جو نوابِ مہابت خانِ ذیشاں کا
نمونہ بن گئی مجلس سراپا باغِ رضواں کا

ادا کس منہ سے شکریہ کرے وہ لطف و احساں کا
ہوا ہے میزباں ہو کر جو ممنوں اپنے مہماں کا

مدام ایسی رہے ہم پر عنایت شاہ سورٹھ کی
کرم ذرّوں پہ ہوتا ہی رہے ہے خورشیدِ تاباں کا

بڑھائی آبرو مجلس کی آکر شاہ سورٹھ نے
رہے دونوں جہاں میں بول بالا شاہِ ذیشاں کا

خوشی میں آج اَبّو بھائی کا یوں شاہ سے کہنا
"قیامت تک اُتر سکتا نہیں احسان آپ احساں کا"

نگاہِ مہر ہو اے باغبانِ گلشنِ سورٹھ
کہ میں بھی نغمہ خواں بلبل ہوں سورٹھ کے گلستاں کا

دُعا صدیق کی ہے رات دن حق میں تمہارے یہ
رہے ہر حال میں شامل تمہارے فضل یزداں کا

اشعار

تہنیت شادی خانہ آبادی جناب بہادر خاں بھائی صاحب برادر نسبتی حضور نواب صاحب بہادر

نکلنا حسرت و ارماں کا بے پایاں مبارک ہو
مسرت کا خوشی کا عیش کا ساماں مبارک ہو

شہِ عالی بھی ہیں تشریف فرما جشنِ شادی میں
یہ قدر افزائی شاہِ مہابت خاں مبارک ہو

کھلایا خوب گُل باغبانِ باغ سوُرٹھ نے
بہارِ عیش تم کو اے بہادر خاں مبارک ہو

پھلو پھُولو جہاں تک باغِ عالم میں سلامت ہو
خوشی تم کو ہمیشہ اے گُلِ خنداں مبارک ہو

خدا وہ روز بھی صدیق ان کو جلد دکھلائے
کہ پھر تقریب میں جس کی سُناؤں ہاں مبارک ہو

اشعار

تہنیت شادی جناب اسمٰعیل کھوکھر صاحب

بزبانی گوہر جان

مہک اُٹھا ہے ساری بزم میں سہرا گلِ تر کا
ہمارے حضرتِ نوشاہ اسمٰعیل کھوکھر کا

گماں ہوتا ہے بادل میں کوئی بجلی چمک اُٹھی
رُخِ پُر نور سے نوشاہ کے سہرا اگر سرکا

عبث ہی رنگ و بو میں سامنے اس سہرۂ گل کے
چمکنا لعل و گوہر کا مہکنا مشک و عنبر کا

بہم اخلاص سے دولہا دلہن دونوں رہیں ہر دم
رہے ان پر ہمیشہ سایۂ الطاف داور کا

سر نوشاہ پر کس دھوم سے سہرا بندھا یا ہے
کرم دیکھو مرے سرکار سوٹھ بندہ پرور کا

مرے سہرے میں اے صدّیق گوہر ہیں مضامیں کے
مناسب آپ سمجھیں گے اسے کہنا بھی گوہر کا

اشعار

سر پیٹرک کیڈل صاحب بہادر چھپرہ کی رخصت پر لندن جانے کے موقع پر جمعیتہ المسلمین کی طرف سے حضور نواب صاحب بہادر کی موجودگی میں بمقام مہابت مدرسہ چائے کی دعوت میں یہ اشعار پڑھے گئے

نظر آتا ہے جلوہ آج نوابِ مہابت کا
ستارہ آج کل چمکا ہوا ہے اپنی قسمت کا

نہیں مسند نشیں سرکار عالیجاہ محفل میں
سرِ محفل پہ اک رکھا ہوا ہے تاج عشرت کا

دعا کیجے سوئے مشرق پلٹ کر جلد آجائے
سفر ہے سمتِ مغرب ایک مہر عیسویت کا

وہ مہر عیسویت یعنی وہ سر پیٹرک کیڈل
ہے شہرہ ہند میں جنکی سیاسی قابلیت کا

ضیا رُخ جس قدر روشن ہوا ہے اس ریاست کا
نتیجہ ہے یہ سب کیڈل بہادر کی سیاست کا

مسز کیڈل بہادر کے لئے بھی ہم دعا گو ہیں
بہت ہی شوق ہے جنکو غریبوں کی اعانت کا

ولایت جاتے ہیں دونوں ہمارے شاہزادوں کو
دعا کہنا ہماری پوچھنا اُن کی طبیعت کا

نہیں اس جلسہ کی پارٹی سے اور کچھ مقصد
مسلماں دے رہے ہیں ثبوت اپنی محبت کا

رعایا کو ملا ہے خوبیٔ قسمت سے وہ حاکم
جو دل سے قدرداں ہے مرد ماں نیک سیرت کا

دعا صدیق کی یہ ہے جبتک فلک قائم
ستارہ اوج پر دیکھے زمانہ اس ریاست کا

مبارکباد

بتقریب سالگرہ حضور نواب صاحب بہادر دام اقبالہٗ

معہ عرضِ حال

یہ کون بزم میں عالی وقار آتا ہے — زمانہ ہونے کو جس پر نثار آتا ہے
بہار پھرتی ہے کس پر نثار ہونے کو — چمن میں کون گلِ نوبہار آتا ہے
فلک سے آج درافشانیاں ہیں کسکے لئے — اُمڈ اُمڈ کے جو ابرِ بہار آتا ہے
یہ آج کون سے ساقی کی آمد آمد ہے — کہ جس کے آنے سے پہلے خمار آتا ہے
کھلا ہے کونسا ایسا خزانہ امید — کہ آج دوڑا ہر امیدوار آتا ہے
چلو چلو کی صدائیں ہیں شہر والوں میں — کرینگے دید کہ وہ شہریار آتا ہے
کہا یہ رونقِ محفل نے بزم شاداں سے — کس آن بان سے وہ نامدار آتا ہے
مثالِ ماہ چمکتا ہے سب زمانہ میں — جو تاجداروں میں وہ تاجدار آتا ہے
ہے جس کا نامِ گرامی شہِ مہابت خاں — وہی ہے یہ جو شہِ نامدار آتا ہے
انھیں کی سالگرہ کا یہ آج جلسہ ہے — زمانہ در پہ جو نذرانہ وار آتا ہے

خدا دراز کرے عمر شاہِ سورٹھ کی — زباں پہ لفظ یہی بار بار آتا ہے

دُعا پہ کرتے ہوئے ختم یوں کلام اپنا — یہ عرض حال پہ خدمتگذار آتا ہے

دو لڑکیاں ہیں مَیں ہوں[2] والدہ ہے بیوی ہے — اور اس پہ بیس روپے کا پگار[1] آتا ہے

بسر کسی طرح ہوتی نہیں مری اوقات — خیال دلمیں یہ بن بن کے خار آتا ہے

اگر ہو تیس تو دن تیس عید کے گذریں — وگرنہ ماہ میں دس کا اُدھار آتا ہے

سحر سے شام تلک لیکے اک نہ اک نوٹس — پکارتا ہوا یہودی شعار[3] آتا ہے

بچائیں آپ مری لاج تو بچے ورنہ — ہمیشہ گھر پہ مرے لین[3] دار آتا ہے

ہیں آپ میرے مسیحا مری دوا کیجیے! — یہی مرض ہے اسی کا بخار آتا ہے

وہ دیکھو نذر کو صدیق شاہِ سورٹھ کی
بنا کے گوہرِ مضموں کا ہار آتا ہے

---

۱ تنخواہ

۲ خاکسار صدیق

۳ قرضخواہ

غزل - [illegible]

محیطِ غم کا کنارہ تلاش کرتا ہوں
میں زندگی کا سہارا تلاش کرتا ہوں

فلک تو یہ نہ سمجھ گن رہا ہوں میں تارے
میں اپنی آنکھ کا تارا تلاش کرتا ہوں

ہوئے تھے دیکھ کے غش جسکو حضرت موسیٰ
اسی کو پھر میں دوبارہ تلاش کرتا ہوں

ستم میں جسکے کرم کا ظہور ہے پیدا
کہاں ہے وہ ستم آرا تلاش کرتا ہوں

نہ جانے کون ہے کیا ہے، کہاں ہے، کیسا ہے
جسے میں عشق کا مارا تلاش کرتا ہوں

ازل سے لائی ہے صدیق جستجو جسکی
زمیں پہ عرش کا تارا تلاش کرتا ہوں

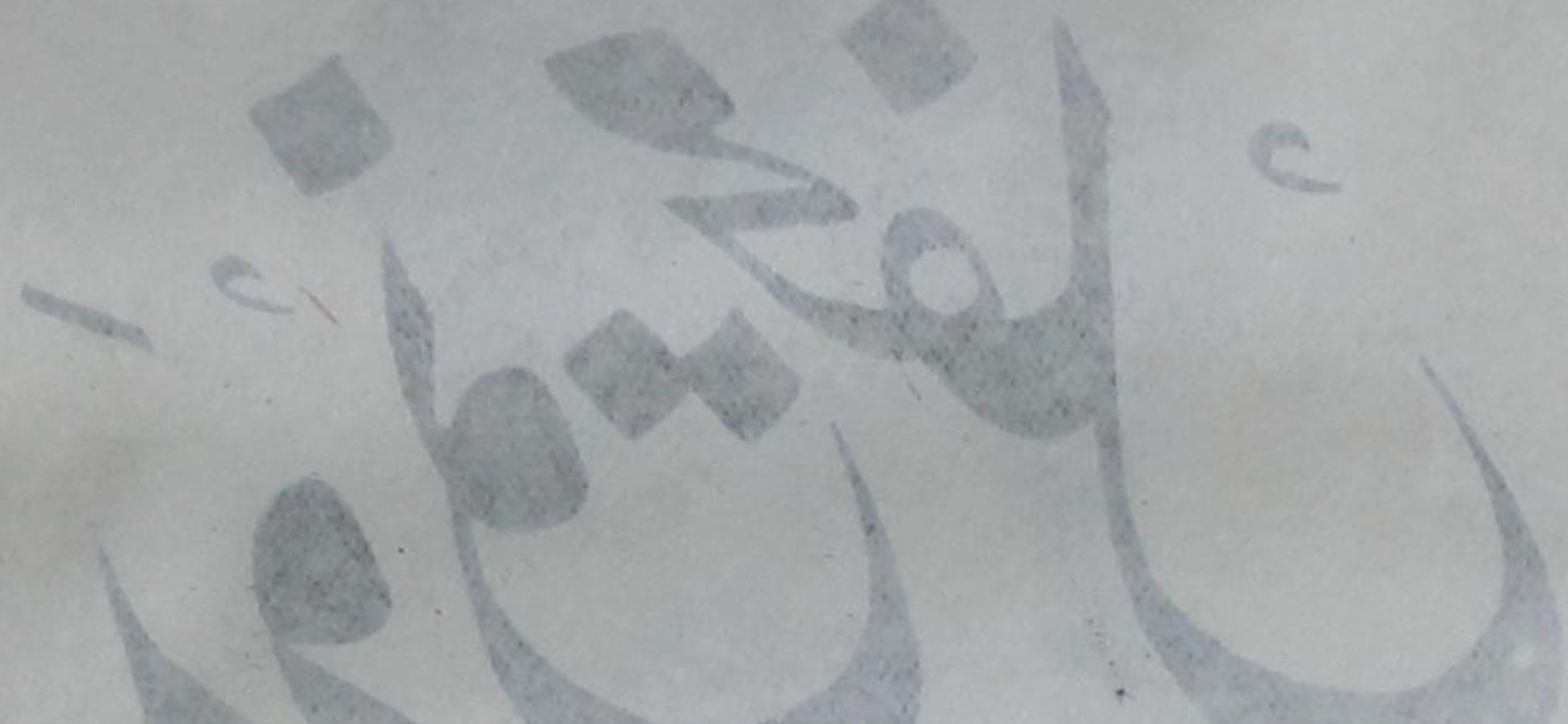
- - - - - - - - - -



محمد صدیق المتخلص بہ "صدیق" جوناگڈھی
(مصنف کتاب)

رونقِ محفل

(منظومات)



نکتہ چینیوں سے

کمال ہے کہ مجھے بے کمال کر کے خیال
یہ نکتہ چینیاں کرتے ہیں مجھ پہ اہلِ کمال

کہ شعر گوئی کچھ آساں نہیں ہے امرِ محال
کہ شاعری کے لئے چاہیے بلند خیال

کہ اس کے واسطے تحصیلِ علم لازم ہے
کہ کھینچی جاتی ہے اس فن میں ایک بال کی کھال

کہ ایک جوہرِ فطرت ہے یہ ملا جس کو
فضول غیر کو کرنا ہے اس پہ رنج و ملال

یہ بات مجھ کو بھی تسلیم ہے مگر صدیقؔ
"خدا کی دین کا موسیٰ سے پوچھئے احوال"

سہرا

پھول چُن چُن کے جو مالن نے بنایا سہرا
میرے نوشاہ نے کس دُھوم سے باندھا سہرا

نہیں دیکھی تری بدھی سی کسی کی بدھی
نہیں پایا ترے سہرے سا کسی کا سہرا

دستِ نازک سے ترے سر کی بلائیں لیکر
چُوم لیتا ہے یہ تیرا رُخِ زیبا سہرا

پُر ہوا دامنِ نوشاہِ گلِ مقصد سے
پھُول سے چہرے سے جس وقت کہ سرکا سہرا

دیکھ کر پھُول سے چہرے کو خوشی کے مارے
اتنے پھُولوں میں بھی پھُولا نہ سمایا سہرا

حاسدوں کی نظرِ بد سے بچانے کے لئے
چاند سے چہرہ پہ ہے پھُولوں کا پردہ سہرا

نظم یہ کرکے مضامین کے موتی صدیقؔ
پیش کرنے کے لئے آپ کے لایا سہرا

قومی نظم

کون ہے اب صدقِ دل سے خیر خواہ اسلام کا
جس کو دیکھو آج وہ طالب ہے اپنے نام کا

پی کے بیٹھا ہے وہ اک ساغر مئے گلفام کا
جس کی باتوں پر ہے دھوکا قوم کو الہام کا

بے نمازی ہے تو کیا لیڈر رہے خاص و عام کا
پاس مسلم کا تو ہے ہو یا نہ ہو اسلام کا

تو ہی کچھ اے رند مشرب کام آ جا قوم کے
شیخ جی کو تو ابھی ہے انتظار الہام کا

کہہ رہی ہیں وقت کی مجبوریاں صاف صاف
وقت پر جو کام آ جائے وہی ہے کام کا

داستانِ بلبل و گل قوم کے آگے نہ چھیڑ
خوابِ غفلت سے جگا موقع نہ دے آرام کا

تجھ میں ہمت ہے تو کچھ تدبیر سے بھی کام لے
منتظر کب تک رہے گا گردشِ ایام کا

نعرۂ اللہ اکبر سے مٹا دے کفر کو
سیف ہے تیری زباں پھر کام کیا صمصام کا

ناقصوں کی پیشوائی سے مٹا جاتا ہے دیں
اب فقط رہبر رہا اسلام ہی اسلام کا

میں بھی ہوں صدیق اور صدیقؓ وہ بھی تھے مگر
فرق اتنا ہے کہ وہ تھے کام کے میں نام کا

نظم

جو کوئٹہ ریلیف فنڈ کے جلسہ میں پڑھی گئی

ہوا قہرِ خدا نازل پڑے ہیں جان کے لالے
ہوئے برباد سارے سرزمینِ کوئٹہ والے

سُنی جاتی نہیں اب حالتیں اُن دردمندوں کی
کرو ہمدردیاں ہمدرد بنکر ایسے بندوں کی

سخی کیسے ہو دکھلا دو یہ موقع ہے سخاوت کا
اب اس سے اور کیسا وقت ہوتا ہے اعانت کا

جہاں میں فرض ہی بھائی پہ بھائی کی حفاظت کا
خدا دیگا تمہیں بدلہ اس احسان و عنایت کا

نہیں ہی بحث ایسے وقت میں ہندو مسلماں کی
یہاں یہ فرض ہی انساں کرے امداد انساں کی

وہی ہے کام کا انسان جو کچھ کام کر جائے
مٹے تو یوں مٹے مٹ کر جہاں میں نام کر جائے

ضرورت شرم کی ان جا نہیں کچھ بھی مدد کر دے
غرض جو کچھ بھی جس سے بن سکے ویسی مدد کر دے

چُنو ایک ایک گُل کو تو گلے کا ہار ہو جائے
کرو گر دانہ دانہ جمع تو انبار ہو جائے

کرو احسان جتنا ہو سکے اِن دردمندوں سے
مرے ہندو مسلماں بھائی گھر گھر آج چندوں سے

یہی ہے التجا صدیق کی ساری خدائی سے
خدا دیگا جزا کیجے مدد پیسے سے پائی سے

بادۂ کہن

(غزلیات و مخمسات)

۱

آہ اُس بے مہر کے تیرِ نظر نے کیا کیا
زخم دل میں دردِ اُلفت کس طرح پیدا کیا

تیری ہی خود آنکھ ہے بیمار اے رشکِ مسیح
تو نے اس بیمار کے بیمار کو اچھا کیا

تھی تمنّا قتل کی مجھ عاشقِ ناشاد کو
رحم کھا کر آپ نے مجھ پر ستم اچھا کیا

عقل نے کھولا اسے کب ناخنِ تدبیر سے
عقدۂ دل کو تو زخمِ عشق ہی نے وا کیا

میں تلاشِ یار میں نکلا ہوں شبنم کی طرح
آپ گم ہوتا گیا جوں جوں اُسے ڈھونڈا کیا

بیوفائی کا گلہ صدّیق اُس سے ہے عبث
تم نے اس کو دل دیا اُس نے تمھیں شیدا کیا

۲

درد بنکر مجھے دیتی ہے اذیت کیسی
ہوں میں حیران کہ بیدردہی اُلفت کیسی

نخلِ اُمید کو خوں دیتے ہیں پانی کیسا
کیا رہاں ہیں چمنِ دل میں جراحت کیسی

موت کی بھی نظر آتی نہیں صورت مجھ کو
تیرہ و تار ہے میری شبِ فرقت کیسی

پڑ گیا جب سے کسی شوخ سے پالا دل کو
چٹکیاں دلمیں لیا کرتی ہے اُلفت کیسی

نہ یہاں عیش کا کھٹکا نہ خوشی کا کچھ خوف
رنج نے پائی ہے دلمیں مرے راحت کیسی

دل ہے کوڑی کی سخاوت ہے گھر سے بڑھکر
دل ہی دیدیں جو کسی کو وہ سخاوت کیسی

اللہ اللہ رے طولِ شبِ فرقت صدّیق
روپ بدلے ہوئے آئی ہے قیامت کیسی

۳

عجب عالم دکھاتا ہے فلک شامِ غریباں کا
شفق کو خونبہا ہم جانتے ہیں صبحِ ارماں کا

تری یہ شامِ فرقت دل کو یوں پژمردہ کرتی ہے
گُلِ خورشید کو غم جس طرح خورشید تاباں کا

نہ توڑا تو نے غنچہ بلکہ توڑا بلبلوں کا دل
خدا کر دے تجھے محتاج گلچیں دستِ داماں کا

میں اُن کو نذر کرتا ہوں وہ ٹھکراتے ہیں ٹھوکر سے
مرا دل ہے کہ کوئی گیند ہے اُلفت کے میداں کا

ترے مجنوں ہی کا شاید ہوا اندازِ جنوں یہ بھی
کہ عالم میں رواج اب ہو گیا چاکِ گریباں کا

نہاتے وقت پانی بہہ رہا ہے اُن کی زُلفوں سے
ہے اک چشمہ رواں ظلمات میں یا آبِ حیواں کا

رُخِ سیمیں کا بوسہ نہ لُطف کیوں دینے لگی اے دل
متاعِ حُسن پہ پہرہ ہے مارِ زُلفِ پیچاں کا

پریرویوں کے وعدے پر نہیں آتا یقیں ہم کو
مری جاں قول دیگر جائیے حضرت سلیمانؑ کا

مزہ آتا نہیں صدّیق کچھ عشقِ مجازی میں
نہ وہ واقف نہ خود مجھ سے بیاں ہو رازِ نہاں کا

۴

ہرجائی وہ بن بن کر ہر جا نظر آتا ہے
ہر شے میں وہ چھپ چھپ کے کیا کیا نظر آتا ہے

ناکامی کوشش ہے اک عقل کی نافہمی
قسمت کا کسی کو کب لکھا نظر آتا ہے

ہے کون کسی کا اس دُنیائے دورنگی میں
خود مجھ سے جُدا میرا سایہ نظر آتا ہے

وہ پردہ نشیں ہے تو آنکھوں میں مگر کیا ہو
آنکھوں کو کہیں اپنا پردہ نظر آتا ہے

انجام محبت کا ہوتا ہے یہی آخر
مجنوں ہی کو خود مجنوں لیلیٰ نظر آتا ہے

یوں سوئے فلک شب کو جاتی ہیں مری نظریں
دیکھوں مری آنکھوں کا تارا نظر آتا ہے

صدّیق نہ کر پروا گو جان چلی جائے
انجام صداقت کا اچھا نظر آتا ہے

۵

اُس کے جلوہ کی تمنّا ہے دلِ بیتاب میں
حشر تک جو آ نہیں سکتا خیال و خواب میں

کھیل موجِ حُسن سے لیکن بھنور سے دُور دور
ہو گئے بیڑے ہزاروں غرق اس گرداب میں

پھُولنے پھلنے پہ اپنے اے گلو نازاں نہ ہو
بجلیاں گرتی ہیں اکثر گلشنِ شاداب میں

ہیں قناعت سے پرندے خار و خس پہ محوِ خواب
آدمی بیتاب کیوں ہے بسترِ کمخواب میں

صرف اک تم ہی نہیں اور تم نہیں تو کچھ نہیں
لاکھ ہوں عشرت کے ساماں عالمِ اسباب میں

ہاتھ دھو پہلے وضو کے غیبتِ رنداں سے شیخ
یہ تری لُٹیا ڈبو دیں گے شرابِ ناب میں

شیخ کو سوجھی عبادت کی ہوئے جب کوزہ پشت
کون پھر سجدہ کرے گر خم نہ ہو محراب میں

بچ گئے در در بھٹکنے سے تم اے صدّیق اب
دو دُعا نوّابِ بابی خانداں کے باب میں

۶

شکوہ خا کم بدہاں تجھ سے ہو مولا مجھ کو
تیرے الطاف نے گستاخ بنایا مجھ کو

حُسن ہی حسن نظر آتا ہے ہر جا مجھ کو
میں وہ مجنوں ہوں کہ مجنوں بھی ہے لیلیٰ مجھ کو

دوڑنے لگ گیا اب ہر گُل و لالہ پہ خیال
تیری اُلفت نے تو کانٹوں میں گھسیٹا مجھ کو

تو وہ ظالم ہے کہ بسمل ہے تماشا تجھ کو
میں وہ ناداں ہوں کہ قاتل ہے مسیحا مجھ کو

میں نے ہرچند کیا ضبطِ تمنّا لیکن
نگہِ شوق نے کر ہی دیا رسوا مجھ کو

اتنی فرصت ہی کہاں ہے کہ کروں غیر کا رشک
میں ہوں اور دھیان شب و روز ہے تیرا مجھ کو

کِس سے جا کر کہوں احوال میں اپنا صدّیق
آہ کوئی نظر آتا نہیں اپنا مجھ کو

۷

پوچھونگا میں تو اُس بتِ عشوہ طراز کو
جانے گا بے کہے جو مرے دل کے راز کو

تارِ نفس کے پردے میں کیا کیا بھرے ہیں راگ
دیکھے تو چھیڑ کر کوئی ہستی کے ساز کو

کیا شیخ ہم کو عشقِ حقیقی کی دیگا داد
سمجھا ہی وہ ابھی نہیں عشقِ مجاز کو

واعظ ڈرا نہ مجھ کو ثواب و عذاب سے
کیا جانتا نہیں ہوں میں نکتہ نواز کو

آیا ہوں اُن کی بزم میں لیکر میں ایک دل
یہ تحفہ دوں میں غمزے کو یا اُن کے ناز کو

منزل میں یار کی تو صبا کا گذر نہیں
اور وہ چلے ہیں لیکے ہوائی جہاز کو

صدّیق مشکلیں مری آسان ہوگئیں
جب دل میں یاد کر لیا شاہِ حجاز کو

۸

تپش ہے درد ہے فریاد ہے شیون ہے نالے ہیں
ہمارے مونس و ہمدم بھی دُنیا سے نرالے ہیں

ترے تیرِ نگہ کے زخمیوں میں یہ صفت دیکھی
کہ پھر وہ تیر کھانے کے لئے سینہ نکالے ہیں

مکانِ دل پہ رفتہ رفتہ قبضہ کر لیا ایسا
پڑے ہیں گھر سے باہر جو گھر کے رہنے والے ہیں
سزا عاشق کو کیا کیا مل رہی ہے دل لگانے کی
کبھی نشتر کبھی برچھی کبھی سینے پہ بھالے ہیں
کوئی گھائل ہے تیروں کا کوئی بسمل ہے خنجر کا
کسی کا دم لبوں پہ ہے کسی کی جان کے لالے ہیں
جو پروانوں کی صورت خاک ہو جاتے ہیں بے فریاد
شہیدِ ناز ہیں **صدیق** وہ اللہ والے ہیں

۹

سنبھالو لاکھ پر یہ حضرتِ دل کب سنبھلتے ہیں
جہاں دیکھا حسیں کوئی وہیں فوراً مچلتے ہیں
نہیں کھلتا یہ اب تک رازِ پنہاں کیا معمہ ہے
کہ پروانے ہیں جتنے شمع پر خاموش جلتے ہیں
نہ جاؤ بام پر پردہ نشیں راتوں کو چھپ چھپ کر
کہ شب کو آسماں پر سیر کو تارے نکلتے ہیں
عجب کیا ہے اگر نکلے درِ مضموں مرے لب سے
کہ سیپی چاک جب ہوتی ہے تو موتی نکلتے ہیں
سنبھال اے آنکھ طفلِ اشک کو آغوشِ مژگاں میں
گرا دیتے ہیں اپنے آپ کو یہ جب مچلتے ہیں
نہ کی کچھ قدر او چرخِ ستمگر تو نے اشکوں کی
بڑے نازوں سے یہ نورِ نظر آنکھوں میں پلتے ہیں
کہیں چھپ بھی سکے ماہِ منور ابر کے اندر
یہ سب پردے کی باتیں ہیں کہ پردے میں نکلتے ہیں
تجھے عہدِ وفا پر اس قدر ہے ناز او ظالم
تو ہیں **صدیق** ہم بھی قول دیگر کب بدلتے ہیں

۱۰

جب ہم خیال ہوں ہیں تمھارے خیال کا
پھر کیا سبب ہے مجھ سے تمھارے ملال کا

کب ہے جواب اس نگہِ بے مثال کا
دیتی ہے وہ جواب لبِ بے سوال کا

گر خود کو دیکھنا ہے تو میری نظر سے دیکھ
یہ آئینہ ہے تیرے ہی حسن و جمال کا

پردہ اسی سے واہ جو دیتا ہے یہ دعا
تیرا کمال منھ بھی نہ دیکھے زوال کا

صدّیق صدقِ دل سے میں اُس کا غلام ہوں
جو دل سے ہے غلام محمدؐ کی آلؓ کا

۱۱

ہم اپنے دل میں خانۂ دلبر بنائیں گے
کعبہ میں ایک چھوٹا سا مندر بنائیں گے

ہمدم وہ جیتے جی نہ لگائیں ہم کو منھ
شاید ہماری خاک سے ساغر بنائیں گے

اس مہ وش کی یاد سے تاریک دل میں ہم
ظلمت کدہ کو اپنے منوّر بنائیں گے

رکھ کر جبیں اس آئینہ رو کے قدم پہ ہم
اقبال اپنا مثلِ سکندر بنائیں گے

صدّیق اس کے عشق میں رو رو کے زار زار
ہر دانۂ سرشک کو گوہر بنائیں گے

۱۲

ہمیں ابرو پسند آئی تو اُن کو دل پسند آیا
اِدھر قاتل پسند آیا اُدھر بسمل پسند آیا

شبِ تاریک میں سب کو مہِ کامل پسند آیا
ہمیں اس چاند سے چہرے پہ کالا تل پسند آیا

عدو بھی ہیں شناور اور میں بھی فرق اتنا ہے
مجھے دریا پسند آیا انھیں ساحل پسند آیا

عدو خوش ہیں مری نا قابلیت پر زہے قسمت
اگر اُن کی نگاہوں میں یہ نا قابل پسند آیا

سخاوت اُٹھ گئی صدّیق کیا جو آج تک ہم نے
سخی ایسا نہیں دیکھا جسے سائل پسند آیا

۱۳

پانی نہ بہا دیدۂ نم اور زیادہ
بھڑکے گی مری آتشِ غم اور زیادہ

کرتی ہے تری تیغِ ستم اور زیادہ
مِل مِل کے گلے دیتی ہے دم اور زیادہ

کرتا ہوں سرِ عجز جو خم اور زیادہ
دُور آپ کو کھینچے ہے صنم اور زیادہ

ہم پاسِ وفا سے اسے کچھ کہہ نہیں سکتے
ہر چند کہ ہوتا ہے ستم اور زیادہ

کیا بات ہے جتنا میں اُسے دل سے بھلاؤں
آتی ہے مجھے یادِ صنم اور زیادہ

حیران ہوں کیوں صبر کرتے نہیں جن کو
بیتابی سے ہوتا ہے اَلم اور زیادہ

صدّیق عداوت ہے بُری کتنی ہی کم ہو
اچھی تو محبت ہی ہے کم اور زیادہ

۱۴

مٹانے کو مٹا ڈالو مری تصویر کا نقشہ
نہیں مٹنے کا اس سے کچھ مری تقدیر کا نقشہ

کسی کے ابروئے خمدار کا مارا ہوا ہوں میں
بنانا سنگِ تربت پر مری شمشیر کا نقشہ

نہ دے دھمکی اسیری کی کہ ہوں دیوانہ گیسو
تصوّر کو مرے مرغوب ہے زنجیر کا نقشہ

نظر کوشش سے آئی مجھ کو صورت کامیابی کی
مری تدبیر نے کھینچا مری تصویر کا نقشہ

نہ پوچھ اب اس کی حالت شکل پہچانی نہیں جاتی
تری فرقت میں ہے یہ عاشق دلگیر کا نقشہ

ذرا صدیقؔ کے نالوں میں ہونے دو اثر پیدا
دکھادیں گے تمہیں پھر آسمانِ پیر کا نقشہ

۱۵

چاہئے کچھ حوصلہ دل کے لگانے کے لئے
کیونکہ یہ معشوق ہوتے ہیں ستانے کے لئے

ڈھونڈھئے پہلے کسی کو ناز اُٹھانے کے لئے
کوششیں پھر کیجئے مجھ کو مِٹانے کے لئے

سر کے بل تیار رہ اے دل تو جانے کے لئے
کیا خبر آجائے کب قاصد بلانے کے لئے

اے بتِ ہرجائی کچھ تو رحم اور انصاف کر
میں فقط تیرے لئے اور تُو زمانے کے لئے

کیا ہوا اگر تم پہ دل آیا گئی جانِ حزیں
دل ہے آنے کے لئے اور جان جانے کے لئے

شاعری کیا اپنی اے صدیقؔ ہاں اللہ نے
ایک حیلہ کر دیا روزی کمانے کے لئے

۱۶

ہوں تو میں عاشق مگر ناشاد ہوں
اس لئے سر تا پا فریاد ہوں

تیری زلفوں میں پھنسا بیٹھا ہوں دل
اس لئے ہر قید سے آزاد ہوں

اس سے بڑھ کر کیا تصوّر چاہئے
پاؤں سے سر تک مجسّم یاد ہوں

دل شرابِ عشق سے سرشار ہے
دولتِ ایمان سے آباد ہوں

جب کہا اُلفت کی آتش میں نہ جل — دل پکار اُٹھا کہ میں فولاد ہوں

عشق میں **صدّیق** صادق میں ہوا

راستی پر رہ کے گر برباد ہوں

۱۷

ہم اُن کے جور کو بھی نازِ معشوقانہ کہتے ہیں — انہی باتوں کو سُن کر وہ ہمیں دیوانہ کہتے ہیں

جفاؤں کی بھی دو داد اُن کو تم اب اے وفا والو — وہ اپنی ہر ادا کو نازِ معشوقانہ کہتے ہیں

ادب سے شیخ جی کہتے ہیں جس کو مجلسِ اقدس — اُسی کو پیار سے ہم رند سب میخانہ کہتے ہیں

بھلے کو یاں بتانِ سیم تن آئیں مگر زاہد — اسے کہتے ہیں مسجد آپ یا بُت خانہ کہتے ہیں

جنابِ عشق سے حاصل ہے جن کو فخرِ شاگردی — وہی رنگِ غزل میں شعر اُستادانہ کہتے ہیں

کہاں کا قیس، کیسی لیلیٰ محمل نشیں یارو — ہم اِن پردے میں اپنے عشق کا افسانہ کہتے ہیں

نہیں بزمِ طرب دُنیا نظر آتی ہے یہ جیسی — اِسے بچھڑے ہو یاروں کا ماتم خانہ کہتے ہیں

برائے نام ہیں **صدّیق** ہم صدّیق تو ہیں وہ

ہزاروں میں جو سچّی بات بیباکانہ کہتے ہیں

۱۸

ابرو ہے یا نظر ہے تلوار سامنے ہے — دل ہو کے میرا ٹکڑے دو چار سامنے ہے

تیرے جنوں زدہ کے دیوار سامنے ہے — سر پھوڑ لیگا جان سی بیزار سامنے ہے

اپنا بنا لیا ہے گھر اُس نے میرے دل میں — دیکھا بغور جس دم دلدار سامنے ہے

اک عشق جنتی ہے اک عشق دوزخی ہے
اک نور سامنے ہے اک نار سامنے ہے

محفل میں پاس اُس کے بیٹھا ہوا ہے دشمن
اک پھول سامنے ہے اک خار سامنے ہے

صدّیق منہ لگانا اچھا نہیں ہے اس کو
منہ نوچنے کو حاسد ہر بار سامنے ہے

۱۹

تمہارے عشق میں اک بار مر کر ہم بھی دیکھینگے
بقا کیا چیز ہے اے بندہ پرور ہم بھی دیکھینگے

سرِ عشّاق کٹ جاتا ہے کیونکر ہم بھی دیکھینگے
تری شمشیر میں کتنا ہے جوہر ہم بھی دیکھیں گے

کسی کی لوٹ کر وحشت سرِ گلزار غنچہ کا
گریباں پھاڑ کر ہونا گلِ تر ہم بھی دیکھیں گے

بنے ٹکسال دل سکّے اگر بن جائیں داغوں کے
تونگر عشق کی دولت سے بنکر ہم بھی دیکھیں گے

سُنا کرتے ہیں مدّت سے تمہاری چال کی خوبی
بپا تم کس طرح کرتے ہو محشر ہم بھی دیکھیں گے

خدا جانے تمہارا غصّہ بھی کیا رنگ لاتا ہے
بدلکر آؤ گے جس وقت تیور ہم بھی دیکھیں گے

ہے اُن کے نام سے صدّیق نسبت اس قدر ہم کو
جمالِ حضرتِ صدّیقِ اکبرؓ ہم بھی دیکھیں گے

۲۰

عفوِ تقصیر ہے گر رحمتِ غفّار کے پاس
کیا ہے توبہ کے سوا اس کے گنہگار کے پاس

پھوڑ لیتا وہیں سر تنگ اگر آ جاتا
کاش ہوتا میں ستمگر تری دیوار کے پاس

بولے منصورؒ پڑھوں گا میں نمازِ اُلفت
خون سے اپنے وضو کر کے اُسی دار کے پاس

جو ضیا حق سے ملی اُس کے رُخِ انور کو
چرخ وہ کب ہی ترے مہرِ پُرانور کے پاس

تشنگی خونِ جگر پی کے بُجھا لیتا ہے
تشنہ لب آتا ہے جو خنجرِ خونخوار کے پاس

پائے گا خلد کی جاگیر بروزِ محشر
دولتِ عشق ہے صدیقِ گنہگار کے پاس

۲۱

صادق میں دیکھتا جو محبّت رقیب کی
کرتا کبھی نہ تم سے شکایت رقیب کی

آٹھوں پہر تصوّرِ جاناں ہے اور ہم
فرصت کسے کرے جو رقابت رقیب کی

مانا کہ اُن کو میری وفا دل سے تھی پسند
پر کیا کریں کہ بھا گئی صورت رقیب کی

ممکن نہیں کہ میری وفا تم بھلا سکو
مٹ جائیگی یہ موہنی صورت رقیب کی

تم خوش رہو رقیب ہے ناخوش تو خوش رہے
مجھ کو بھی کیا پڑی ہے ضرورت رقیب کی

پاؤں کہاں سے داد تمہارے ستم کی میں
ہے اس صنمکدہ میں حکومت رقیب کی

فریاد اس کے جور کی کرتا میں کیا غریب
جب وہ رقیب کا ہے عدالت رقیب کی

اُس تیری خوئے ناز کو افسوس کیا ہوا
کرتا ہے تو جو آج اطاعت رقیب کی

صدّیق کو ہے تیرا کہاں تک خیال دیکھ
لکھتا ہے تیرے کہنے سے مدحت رقیب کی

۲۲

ہے غنچہ دہن گرچہ تو اور رشکِ قمر بھی
کہتے ہیں تجھے فتنہ گر و بانیِ شر بھی

ہر آہ جلاتی ہے دلِ چرخِ کہن کو
بے آگ لگائے کہیں رہتا ہے شرر بھی

اِس دیدۂ سفّاک میں قاتل ترے پنہاں
خنجر بھی ہے برچھی بھی ہے تیغ اور تبر بھی

میں کہتا ہوں جس وقت کہ آغوش میں آؤ
وہ کہتے ہیں غصّے سے کہ ہٹ دُور ہو مر بھی

دیکھونگا تصوّر میں یہیں ڈھونڈھ کے تجھ کو
ہے آنکھوں میں مسکن ترا دل میں ترا گھر بھی

ہر وقت یہی خالقِ اکبر سے دُعا ہے
صدّیق سخن میں ترے پیدا ہو اثر بھی

۲۳

یکایک مثلِ موسیٰ نورِ کامل دیکھنے والے
نہ ہو جائیں کہیں بیہوش و غافل دیکھنے والے

تڑپ اُٹھیں نہ وہ اس کی تڑپ ہی سے سرِ محفل
مرا دل ہی نہ بن جائیں مرا دل دیکھنے والے

بچیں کیا خاک دامِ زلفِ بُت سے طائرانِ دل
بُتِ صیّاد کے رُخسار کا تِل دیکھنے والے

بُتِ جلّاد تیرے ظلم کی فریاد کرتے ہیں
سرِ مقتل ترے عاشق کو بسمل دیکھنے والے

پریشان و پشیمان و الم خوردہ نظر آئے
ستمگر اس تری اُلفت کا حاصل دیکھنے والے

تو اے صدّیق لکھ اشعار غور و فکر سے ہر دم
غزل کو ہیں بہت شعرائے کامل دیکھنے والے

۲۴

کمالِ حُسن کو منّتِ کشِ نقاب نہ کر
حجابِ حُسن کی توہین ہے حجاب نہ کر

دکھا کے جامِ مئے ناب مجھ کو اے ساقی
تو بزم میں مری توبہ کو آب آب نہ کر

عجیب سوجھی ہے رفتارِ حشر خیز تجھے
خدا کے واسطے مٹی مری خراب نہ کر

ذرا سی دیر میں مٹ جائیگا نشان ترا
بلند سر کو تکبر سے اے حباب نہ کر

بغور دیکھ مرے گلبدن کے عارض کو
غرور رنگ پر اپنے تو اے گلاب نہ کر

جمالِ دلبرِ صدیق کو بھی دیکھا ہے
تکبر اپنی ضیا پر اے آفتاب نہ کر

۲۵

نبے پھر نکتہ چیں انساں اگر غیرت ہو انساں میں
وہ پہلے ڈالکر منہ دیکھ لے اپنے گریباں میں

کوئی دنیا نہیں ایسی نہ ہو جس میں ترا مسکن
نظر میں فکر میں دل میں جگر میں جسم میں جاں میں

پریشانی سے فرصت ہی نہ پائی اُس پریشاں نے
دلِ وحشی پھنسا جب سے تری زلفِ پریشاں میں

صبا کوچہ سے تیرے سوئے زنداں آگئی ورنہ
ترا دیوانہ اور یوں قید رہ سکتا تھا زنداں میں

کرم جب سے ہوا ہے باغبانِ باغ سورٹھ کا
چہکتا پھرتا ہے بلبل یہ سورٹھ کے گلستاں میں

قیامت ہو گئی صدیق اُن کی اک نگاہِ لطف
دبا رہنا پڑا تا حشر مجھ کو بارِ احساں میں

۲۶

وفاداروں سے یوں کب تک ملو گے بیوفا ہو کر
غضب ہو کر ستم ہو کر جفا ہو کر بلا ہو کر

تم اپنے ہاتھ سے کیوں اپنا گھر برباد کرتے ہو
مرا دل توڑتے ہو میرے دل کا آسرا ہو کر

ترے ہر ہر قدم پر شکر کا سجدہ کرونگا میں
مٹونگا بھی زمانے سے تو تیرا نقشِ پا ہو کر

مرے ہر اشک میں اک تیری تصویرِ خیالی ہے
مِلاتا ہی اسے کیوں خاک میں تُو پُر جفا ہو کر
مرے دل سے کوئی پوچھے کسی کے درد کی لذّت
کہ ہر ہر زخمِ دل کیا کہہ رہا ہے آبلا ہو کر
نہ پاؤ گے زمانے میں کہیں صدّیق سا عاشق
چلے ہو تم کہاں یہ تو کہو اس سے خفا ہو کر

۲۷

عشق کرنا دلِ نادان بہت مشکل ہے
ظلم سہنا نہیں آسان بہت مشکل ہے
چاہ آسان ہے مشکل ہی مگر اُس کا نباہ
کھلکے کرنا ہی مری جان بہت مشکل ہے
پاؤں رکھنا تو رہِ عشق میں آساں ہی بہت
رکھکے ہونا نہ پشیمان بہت مشکل ہے
مثلِ پروانہ جمالِ رُخِ روشن پہ ترے
دل کو کر دینا یوں قربان بہت مشکل ہے
بال کی کھال تو کیا کھینچ سکے گا جاہل
کام سمجھا ہے جو آسان بہت مشکل ہے
گرچہ صدّیق سخن پر ہے عدو کو دعویٰ
شعر کہنا نہیں آسان بہت مشکل ہے

۲۸

کہتا ہوں میں کہ آنکھ کو اپنی بناؤں ابر
کہتے ہیں وہ کہ بجلیاں ہنس کر گرائیں ہم
ہم کو جمالِ روئے منوّر کا شوق ہے
تشریف دل میں لاؤ تو آنکھیں بچھائیں ہم
تو چاہتا ہے عیش رقیبوں کی بزم میں
اس غم سے کیوں نہ خون کے آنسو بہائیں ہم
پرسانِ حال ہی نہیں کوئی جہان میں
صدّیق حالِ دل کسے جا کے سُنائیں ہم

۲۹

یہ یاس یہ غم اور یہ چھالے مرے دل کے
سچے ہیں یہی چاہنے والے مرے دل کے

ایسا نہ ملیگا کوئی پُر درد جہاں میں
تُو دیکھ ذرا دیکھنے والے مرے دل کے

آئیگا فلک چرخ میں کانپے گی زمیں بھی
جس وقت اثر لائیں گے نالے مرے دل کے

اغیار کے پہلو میں سدا رہتا ہے لیکن
تو نے کبھی ارماں نہ نکالے مرے دل کے

آثارِ قیامت نظر آجائیں گے اُس دم
جائینگے سرِ عرش جو نالے مرے دل کے

وہ بت ہے انوکھا تو میں عاشق ہوں نرالا
صدّیق ہیں سب کام نرالے مرے دل کے

۳۰

تن گئے ابرو مقابل ہیں صفیں تیروں کی
یا خدا ہو نہ لڑائی کہیں شمشیروں کی

پاک رندوں کو ضرورت ہی نہیں قدر ہو کیا
بے عمل زاہدِ نادان کی تقریروں کی

اپنی تقدیر پہ شاکر ہیں سدا ہم زاہد
کیا ضرورت ہے ہمیں عشق میں تدبیروں کی

اس کو کس واسطے نفرت نہ ہو آزادی سے
مرغِ دل قید میں ہے زُلف کی زنجیروں کی

ہر گھڑی رہتا ہے وہ غنچہ دہن پیشِ نظر
اب تصوّر کی ضرورت ہے نہ تصویروں کی

میری جانب کچھ اس انداز سے دیکھا اُس نے
ایک بارش سی ہوئی دل پہ مرے تیروں کی

قتل ہونے کو جو صدّیق چلا مقتل میں
آئی آواز ہر اک سمت سے تکبیروں کی

۳۱

جامِ شرابِ عشق وہ تو نے پلا دیا
بیہوش و مست و بیخود و مجنوں بنا دیا

تم کو اگر خدا نے دیا حسن بیمثال
مجھ کو تمہارا چاہنے والا بنا دیا

عشاق تشنہ لب ہیں شہادت کے واسطے
کیوں تو نے آبِ تیغ نہ قاتل پلا دیا

مشقِ خرامِ ناز قیامت سے کم نہیں
اُس نے مزارِ عاشقِ مضطر مٹا دیا

دندانِ یار کے جو تصوّر میں روئے ہم
اشکوں کے موتیوں کا خزانہ لُٹا دیا

ہو جائیگی زباں ہی پھر جاہلوں کی بند
صدّیق نے کلام جو اپنا سُنا دیا

۳۲

نام عشّاق کا بد نام ہوا کرتا ہے
بس یہی عشق کا انجام ہوا کرتا ہے

جب سے چھوٹی ہے زباں سے مری تقریر عبث
ذکرِ دلبر سحر و شام ہوا کرتا ہے

میکشوں کا دلِ مضطر وہیں پاتا ہے قرار
دَور میں جب کہ ترا جام ہوا کرتا ہے

زخمِ دل پر جو چھڑکتے ہو نمک یہ تو کہو
دردِ والوں کا یہی کام ہوا کرتا ہے

بیوفاؤں پہ دل و جان سے عاشق ہو کر
تو اے نادان عبث رام ہوا کرتا ہے

نت نئے ظلم کیا کرتے ہیں عشّاق پہ بُت
اُن سے صدّیق یہی کام ہوا کرتا ہے

٣٣

عدو پر لطف کرتے ہیں عدو کو شاد کرتے ہیں
وہ مجھ پر ہی ہمیشہ کس لیے بیداد کرتے ہیں

اُڑا کر لے گئی ہے جو ہزاروں میں ہمارا دل
ابھی تک ہم تمھاری اس ادا کو یاد کرتے ہیں

نشانِ زخمِ تیغِ ناز کر دیتے ہیں دل پر ثبت
اسیرِ عشق کو وہ جس گھڑی آزاد کرتے ہیں

وہ مجھ پر ظلم کرتے ہیں ادا و ناز و غمزے سے
کہوں کیا کیا ستم مجھ پر ستم ایجاد کرتے ہیں

لگاتے ہیں وہ میری لاش پر ٹھوکر پسِ مُردن
وہ اے صدیق یوں مٹی مری برباد کرتے ہیں

٣٤

آپ کی ترچھی نظر جب تیر ہو
کیوں نہ بسمل عاشقِ دلگیر ہو

چرخ اپنی بھول جائے کجروی
آہ میں میری اگر تاثیر ہو

عزتِ عشاق رسوائی میں ہے
کیوں مجھے پھر حاجتِ توقیر ہو

اس قدر غصہ نہ تم کو چاہیے
ہم گنہگاروں سے گر تقصیر ہو

جس سے مُنھ ٹوٹے عدو کا بزم میں
ہر غزل صدیق وہ تحریر ہو

٣٥

آرزو یہ ہے دلِ دلگیر میں
ہو اثر کچھ نالۂ شبگیر میں

عشق کو بدنام کرنا ہے عبث
یہ ازل سے تھا مری تقدیر میں

دل میں رہ جاتا ہے یہ تیرِ نظر — فرق اتنا ہے نظر اور تیر میں
مثلِ آئینہ ہوا حیراں ہر ایک — ہے عجب حیرت تری تصویر میں
عشق کی وحشت نے مجنوں کر دیا — دل پھنسا ہے زلف کی زنجیر میں

یہ وفاداری پہ قائم ہی رہا
تھی جفا صدّیق کی تقدیر میں

۳۶

دولتِ عشق سے دل میرا تونگر ہو کر — کیوں نہ نازاں ہو بھلا مثلِ سکندر ہو کر
آتشِ ہجر سے دل صورتِ اخگر ہو کر — آسماں کو نہ جلا دے کہیں مضطر ہو کر
روزِ روشن میں ضیائے رخِ زیبا نے تری — مہر کو کر دیا شرمندہ منوّر ہو کر
آرزوئے دلِ ناشاد تو پوری ہوتی — کاش رہتا تری دہلیز کا پتھر ہو کر
جامِ دیدار پلاتا ہے تصوّر میں مجھے — جلوہ افروز مرے دل ہی کے اندر ہو کر

۳۷

دل لبھا لیتی ہے پنہاں اس میں وہ انداز ہے — روح ہے بے چین آخر کس کی یہ آواز ہے
پردہ پردہ میں اڑا کر لے گئے وہ دل مرا — دلبری کہتے ہیں اس کو یہ بھی اک انداز ہے
حُسنِ لاثانی پہ اپنے فخر ہے اتنا تجھے — میں مٹا جاتا ہوں تجھ پر مجھ کو اس پر ناز ہے

پوچھتا ہے عاشقوں کا دل نگاہِ شوق سے عشق ہے جادوگری یا عشق کوئی راز ہے
مر گئے لاکھوں تو لاکھوں مر کے جی اُٹھے وہیں ہر قدم پر فتنہ گر کے حشر کا انداز ہے
گرچہ وحشت خیز ہے تنہائیِ شبہائے ہجر
دردِ دل صدیقؔ میرا مونس و دمساز ہے

۳۸

گنہ ہو رہے ہیں یہ نادانیاں ہیں مگر خوب اس پر پشیمانیاں ہیں
بنایا ہے حیرت نے آئینہ مجھ کو میں حیران ہوں مجھ کو حیرانیاں ہیں
ہوں زلفِ پریشاں میں ایسا پریشاں پریشانیوں کو پریشانیاں ہیں
جفا کر رہے ہیں وفاؤں کے بدلے یہ میری وفائیں بھی نادانیاں ہیں
بنیں گی بانجام دشواریاں وہ جو آغازِ الفت میں آسانیاں ہیں
حسینوں کی اُلفت میں دیکھا یہ ہم نے پریشانیاں ہی پریشانیاں ہیں
غزل میں نہیں دیر صدیقؔ ہوتی
طبیعت میں تیری وہ جولانیاں ہیں

۳۹

بتو باقی نہیں یہ حسنِ فانی دیکھتے جاؤ کسی دن شرم سے تم ہو گے پانی دیکھتے جاؤ
میں اپنے دل میں بھی تم سے خیالِ نیک رکھتا ہوں تم اپنے دل میں مجھ سے بدگمانی دیکھتے جاؤ
تری سرشار آنکھیں دیکھنے والوں سے کہتی ہیں کٹوروں میں مئے جوشِ جوانی دیکھتے جاؤ

مریضِ ہجر پر کیا کیا گذرتی ہے شبِ فرقت
بڑی ہو گی تمہاری مہربانی دیکھتے جاؤ

اگر رکھتا ہو دارُو وہم کی لقماں کہو ہم سے
ذرا حالِ مریضِ بدگمانی دیکھتے جاؤ

یہ صدّیق سخنور بلبلِ گلزارِ روٹھا ہے
ذرا تم بھی تو اِس کی گلفشانی دیکھتے جاؤ

۴۰

یہ اُٹھنا درد کا اور بیٹھ جانا دمبدم میرا
عیاں کردیتا ہی دشمن پہ حالِ رنج وغم میرا

وفا پر جان دیتا ہوں وفا ایمان میرا ہے
نہ مر کر بھی ہٹے گا راہِ اُلفت سی قدم میرا

میں کہتا ہوں خدا کے واسطے جلوہ تو دکھلاؤ
وہ کہتے ہیں نہ ہو گا تجھ پہ یہ لطف وکرم میرا

چھڑکتے ہیں نمک اُمید تھی کچھ جن سے مرہم کی
نہ ہونے دیگا اچھا زخمِ دل کو میری غم میرا

ثنا خوانِ گلِ خوبی ہوں اے صدّیق اک میں بھی
نہ ہو کیوں صورتِ شمشاد گلشن میں قلم میرا

۴۱

ساتھ عہدِ نوجوانی کے ہنسی جاتی رہی
برق تھی آئی جھلک دکھلا گئی جاتی رہی

لے رہے تھے سانس بیمارِ اُلفت جب تلک
تیرے کوچہ سے صبا آتی رہی جاتی رہی

جب تمہارے ساتھ آیا وہ رقیبِ روسیاہ
میری اُس کمبخت سے بھی دشمنی جاتی رہی

دیکھ کر صدّیق دُنیا داری اہلِ صفا
دوستی کیا آرزوئے دوستی جاتی رہی

۴۲

ترے دل سے ہم جب اُتر جائینگے
سمجھنا اُسی روز مر جائینگے

انھیں کھینچ کر میرے گھر لائینگے
جو نالے مرے با اثر جائینگے

ہمیشہ رہا کب کسی کا شباب
جو دریا چڑھیں گے اُتر جائینگے

قیامت کے دن خونِ ناحق مرا
چھپے گا کہاں وہ کدہر جائینگے

کریگا یہ دل دادِ حق سے طلب
شہادت میں جان و جگر جائینگے

ہے صدیق اب اپنا رہبر جنوں
جدھر یہ کہے گا اُدہر جائینگے

۴۳

بس نہ کیجے مجھ سے آنکھیں چار رہنے دیجیے
ہوتے ہیں تیر دل کے پار رہنے دیجیے

مجھ کو آپ اپنے گلے کا ہار رہنے دیجیے
چشمِ دشمن میں کھٹکتا خار رہنے دیجیے

مسکرا کر دیکھنا، نیچی نظر، شرم و حیا
ہیں محبت کے یہ سب آثار رہنے دیجیے

آپ بھی ہوں، میں بھی، مقتل بھی، عدو بھی، تیغ بھی
فیصلہ ہو آج، کل پر یار رہنے دیجیے

یاد ہے صدیق کہنا وہ کسی کا وصل میں
ہو گی پھر اس بات پر تکرار رہنے دیجیے

۴۴

نہ جائے مرے دل سے اُلفت کسی کی
نہیں ہوتی برباد محنت کسی کی

اٹھایا ہے بارِ غمِ عشق دل پر — نہیں دیتے کیوں آپ اُجرت کسی کی
نہ جاؤ رقیبوں کے گھر پر ہمیشہ — ذرا مان بھی لو نصیحت کسی کی
مرے یا جیے کوئی اُن کی بلا سے — اُنھیں کیا پڑی ہے ضرورت کسی کی
نہ ہو جب طبیعت ہی قابو میں ناصح — نہیں کام آتی نصیحت کسی کی
نہیں زور صدّیق اپنا کسی پر
نہ چاہے تمھیں یہ طبیعت کسی کی

۴۵

رکھ کے یوں ناکام ہستی ہی مری برباد کی — او ستمگر خوب یہ طرزِ ستم ایجاد کی
ابروئے خمدار کے ہر وار نے زخمی کیا — خوب یہ میرے لئے تیغِ ستم ایجاد کی
بے رُخی پر بھی تری ہم ہو گئے حاضر وہیں — خود فراموشی میں جب بھولے ہوؤں کی یاد کی
ہو گیا آخر وہ اپنی حسرتوں سے ہمکنار — وصل تیرا بن گیا حسرت دلِ ناشاد کی
کیوں بھلا صدّیق قسمت پر نہ مجھ کو ناز ہو
مدّتوں کے بعد اُس نے آج میری یاد کی

۴۶

مے پلا کر کر دیا ساقی نے فرزانہ مجھے — ہیں جو دیوانے وہ سب کہتے ہیں دیوانہ مجھے
دیکھتے ہی آپ کا جلوہ کسے پھر ہوش تھا — آپ ہی کا کام تھا پھر ہوش میں لانا مجھے
اپنے ساقی کے کرم سے مست رہتا ہوں مدام — اُس نے دے رکّھا ہے میخانہ کا میخانہ مجھے

عمر گذری اک تلاشِ یار میں نکلے ہوئے
کیا خبر کب تک ابھی ہیں ٹھوکریں کھانا مجھے
اُس کی فرقت میں ہوئی صدیقؔ یہ صورت مری
آئینہ میں میری آنکھوں نے نہ پہچانا مجھے

۴۷

حوصلہ تو دیکھئے میرے دلِ دلگیر کا
تیر کھا کر ساتھ دیتا ہے تمہارے تیر کا
اس قدر دیکھا انھیں میں نے کہ وہ دیکھا کئے
ہے گماں اُن پر مجھے مجھ پر اُنھیں تصویر کا
حسرت و ارماں کئے جاتے ہیں ماتم ساتھ ساتھ
ہے جنازہ دوش پر تقدیر کے تدبیر کا
اس طرف یہ سخت جانی کی صدائے مرحبا
اس طرف دم آگیا ہے ناک میں شمشیر کا
پیچداروں کی تواضع بھی سراسر پیچ ہے
پاؤں میں گرنا ہے گرنا پاؤں میں زنجیر کا
دل نہ دُکھ جائے کہیں صدیقؔ اُن کا ہی خیال
ورنہ دامن آہ کے ہاتھوں میں ہو تاثیر کا

۴۸

تدبیر کئے جائیے تدبیر کے اوپر
ہیں مرد وہ شاکر ہیں جو تقدیر کے اوپر
ابرو ترے دل پر وہ ستم ڈھاتے ہیں گویا
شمشیر چلی آتی ہے شمشیر کے اوپر
دل بستہ ہوا کاکل و گیسو میں تمہارے
زنجیر لگائی گئی زنجیر کے اوپر
جب دل نہ ہو قابو میں تو کیا فائدہ ناصح
تقریر کئے جائیے تقریر کے اوپر
ملتی نہ کبھی زخمِ جگر میں مجھے لذت
لگتا نہ جو وہ تارِ نظر تیر کے اوپر

لکھا ہے جو قسمت میں تو صدیقؔ ملیں گے
اُن کی یہی تحریر ہے تحریر کے اوپر

٤٩

پھول چننے کی کوئی قید گلستاں میں نہیں
اس کو روتا ہوں کہ وسعت مرے داماں میں نہیں

اب وہ تاثیر نہ آہوں میں نہ نالوں میں اثر
ناامیدی کے سوا کچھ دلِ ویراں میں نہیں

حُسن میں اب وہ خموشی ہے نہ وہ عشق میں جوش
لیلیٰ پردہ میں نہیں قیس بیاباں میں نہیں

نہیں معلوم تپِ ہجر میں جلتا کیا ہے؟
لذّتِ سوز بھی اب تو دلِ سوزاں میں نہیں

٥٠

سکّہ تمہارے نام کا دلمیں بٹھا دیا
دریا کو ایک کوزہ میں ہم نے سما دیا

عقبیٰ کی فکر ہے نہ غمِ روزگار ہے
اے عشق تو نے سب کو مرے دل سے بھلا دیا

ہر وقت چاہیے دلِ مظلوم کا خیال
نالہ کیا تو عرشِ معلّٰے ہلا دیا

اعجاز چشمِ یار کا ادنیٰ ہے معجزہ
اک بُوند بھر لہو پہ گری دل بنا دیا

٥١

یہ کون آنکھوں آنکھوں میں مجھ کو پلا گیا
ہشیار کر گیا کبھی بے خود بنا گیا

اچھّا ہوا خیال کسی کا رُلا گیا
بھڑکی ہوئی جو آگ تھی دلمیں بجھا گیا

وہ چھپ گیا کبھی، کبھی نظروں میں آ گیا
گاہے ہنسا دیا مجھے گاہے رُلا گیا

کیا ہے کہاں ہے کون ہے، کیسا ہے کیا کہوں
بے دید میرے دل کو وہ شیدا بنا گیا

اس جلوۂ نگہ کی تمنا ہے دل کو پھر
جو اک جھلک میں طور کو آکر جلا گیا

دیکھیں گے ہم بھی ضبط ہے صدیق کسقدر
جس روز بے حجاب وہ محفل میں آگیا

۵۲

میری لیلیٰ ہے دعا یارب کہ محمل میں رہے
دل رہی پہلو میں جب تک درد بھی دل میں رہے

دل رہے سینہ میں دلمیں داغِ آتش داغ پر
روشنی جب تک الٰہی ماہِ کامل میں رہے

شاد و خرم کر دیا تو نے رقیبوں کو مگر
غمزدہ عشاق مضطر تیری محفل میں رہے

تشنگی پیاسوں کی بجھتی رہی رہے مقتل میں یوں
جب تلک پانی الٰہی تیغِ قاتل میں رہے

جاہلانہ بات کٹ جاتی ہے اُس کی بزم میں
کیوں نہ اے صدیق کینہ قلبِ جاہل میں رہے

۵۳

مے جو ساقیِ ازل کی اپنے میخانے میں ہے
وہ تری شیشے میں ہے ساقی نہ پیمانے میں ہے

جو کہ جل مرنے سے پہلے تھی اگر آجائے جان
بیکلی اب تک وہی موجود پروانے میں ہے

قیس مجنوں میں کہاں ہے کب ہے وہ فرہاد میں
وحشت و دیوانگی جو تیرے دیوانے میں ہے

یا خدا محفوظ رکھیو تو کہ شیطاں کی طرح
غیر اُس بت کو سدا مشغول بہکانے میں ہے

گوہرِ مقصود سے داتا وہ بھر دے گا ابھی
دیر اے صدیق کیوں دامن کے پھیلانے میں ہے

۵۴

ہوگا یہی زبان پہ جب دم مرینگے ہم
ہاں تجھ کو بھول جانے کی کوشش کرینگے ہم

اب رنجِ ہجر سے نہیں تیرے ڈرینگے ہم
ہاں تجھ کو بھول جانے کی کوشش کرینگے ہم

معشوق ڈھونڈھ لینگے کوئی دوسرا اگر
ہاں تجھ کو بھول جانے کی کوشش کرینگے ہم

ڈھونڈھینگے مثلِ مرغِ چمن اور گلبدن
ہاں تجھ کو بھول جانے کی کوشش کرینگے ہم

صدیق مضطرب یہی لکھ دے انھیں جواب
ہاں تجھ کو بھول جانے کی کوشش کرینگے ہم

۵۵

عدو کے ہاتھوں وہاں پان کھائے جاتے ہیں
ہمارے قتل کے بیڑے اُٹھائے جاتے ہیں

ہر ایک رگ میں لہو بنکے آرے جاتے ہیں
نظر میں روح میں دل میں سمائے جاتے ہیں

زمانے میں ہیں وہی لوگ عاشقِ کامل
جو زخمِ تیغِ ستم دل پہ کھائے جاتے ہیں

دکھا رہے ہیں سرِ بزم وہ عجب انداز
ہنسائے غیر کو مجھ کو رُلائے جاتے ہیں

خرامِ ناز سے اپنی وہ بر سرِ محفل
قدم قدم پہ قیامت مچائے جاتے ہیں

۵۶

یہ شر یہ فتنہ یہ شوخی یہ ناز رہنے دے
کچھ اپنے پاس بھی عشوہ طراز رہنے دے

جفا و جور و ستم پر نہ یوں ہو آمادہ
عطا و ظلم میں کچھ امتیاز رہنے دے

یہ پارسائی کی باتیں نہ کام آئینگی
اے شیخ چھوڑ تو ذکرِ نماز رہنے دے

بیانِ سوزِ محبت میں جب لگا کرنے
وہ بول اُٹھے کہ نہ چھیڑ اپنا ساز رہنے دے

ستمگروں کو وفاؤں کا ماجرا نہ سُنا
تو دل ہی دل میں یہ صدیق راز رہنے دے

۵۷

دیکھ کر تو خود ہی کہہ جو میرے داغِ دل میں ہے
وہ ضیا کب مہرِ انور اور مہِ کامل میں ہے

آئینہ رُو آئینہ کے ہے مقابل آئینہ
ہُو بہو دل میں مرے جو کچھ کہ تیرے دل میں ہے

جو مرے پہلو میں رہتا تھا سدا جلوہ نما
آج وہ بیداد گر اغیار کی محفل میں ہے

کس لئے پیاسوں کو وہ سیراب کر دیتا نہیں
آسماں پانی اگر کچھ خنجرِ قاتل میں ہے

مبتلائے گیسوئے پُر پیچ جب سے ہو گیا
قلبِ صدیقِ حزیں یارب بڑی مشکل میں ہے

۵۸

یہ صیدِ تیغ کا نہ کسی کی نظر کا ہے
صیاد صید یہ ترے تیرِ نظر کا ہے

دل کو جگر کو آنکھ کو تیری ہے جستجو
یہ حال تیری پیچھے مرے گھر کے گھر کا ہے

میں کم نصیب ہوں کہ ترے در سے دُور ہوں
اچھا نصیب مجھ سے ترے سنگِ در کا ہے

نخلِ مراد اپنا ہرا ہو نہ ہو مگر
اک سینچ دینا کام مری چشمِ تر کا ہے

ہو گا تمہارے ظلم کا محشر میں یہ گواہ
جو تیر میرے دل میں تمہاری نظر کا ہے

گوہر ہے کوئی اور دُرِ نایاب ہے کوئی
ہر اشک جو عطیہ مری چشمِ تر کا ہے

حق سے مکانِ گلشنِ فردوس پائیگا
صدیقِ عشق جس کو شہِ بحر و بر کا ہے

خمسہ

تکا کرتا ہوں حسرت سے درو دیوار کی صورت — نظر آتی نہیں لیکن کہیں دلدار کی صورت
ہوا ہوں سوکھ کر فرقت میں اُن کی خار کی صورت — اگر وہ دیکھ جائیں طالبِ دیدار کی صورت
تو صحت کی نکل آئے کوئی بیمار کی صورت

محبت میں کبھی آہیں نکلتی ہیں کبھی نالے — بڑی دشوار یاں اس رہ میں ہیں او جان کے لالے
پکارے قیس کو ہر ہر قدم پر پاؤں کے چھالے — مگر یہ انتہائے عشق ہے اے ابتدا والے
کہ ہر شے میں نظر آنے لگے بس یار کی صورت

تجھے یوں حُسنِ ظاہر پر نہ ہونا چاہئے مائل — یہ جتنے گیسوؤں والے ہیں سب موذی ہیں او رقاتل
ہو جب دولت کے اوپر سانپ مت چھُو اس کو تو غافل — رخِ سیمیں کے بوسے کا ارادہ ہی مگر اے دل
وہاں زلفِ سیہ بل کھا رہی ہے مار کی صورت

یہ کیا اندھیر ہے ہر قسم کے ہتھیار پر لیسنس — کٹاری پر چھُری پر خنجرِ خونخوار پر لیسنس
طپنچہ پر ہے اور بندوق پر تلوار پر لیسنس — نہیں اب تک مگر کیوں ابروئے خمدار پر لیسنس
سر بازار چلتی پھرتی ہے تلوار کی صورت

نہ میں اہلِ زباں ہوں اور نہ یہ اردو زباں میری — غزل کہنے لگوں صدیق[1] یہ طاقت کہاں میری
پسندِ طبعِ عالی ہے مگر طرزِ فغاں میری — سُنی جب حضرتِ اختر[2] نے یہ تک بندیاں میری
کہا اب کچھ نظر آنے لگی اشعار کی صورت

---

[1] جناب ممدوح بندہ — [2] قاضی احمد میاں صاحب اختر جوناگڈھی

خمسہ

ماہِ کامل مری قسمت کا ستارہ ہو جائے
چرخ پر ہمسرِ خورشید یہ ذرہ ہو جائے
تو اگر چاہے تو ادنیٰ ابھی اعلیٰ ہو جائے
کیوں نہ ہو فخر مجھے وصل جو تیرا ہو جائے
قطرہ دریا میں جو مِل جائے تو دریا ہو جائے

تجھ کو بندہ سے جو بننا ہے اگر بندہ نواز
مکتبِ عشق میں پڑھ لے سبق ناز و نیاز
جب سمجھ میں تری آجائیگا سب کچھ یہ راز
پھر جو تو چاہے تو بن جائیگا محمود ایاز
شرط اتنی ہے مگر بندہ کا بندہ ہو جائے

لاکھ سمجھائیے سمجھانے سے کیا ہوتا ہے
جو بُرا ہے وہ برائی میں سوا ہوتا ہے
کب شررِ سنگ کی ہستی سے جُدا ہوتا ہے
چاہتا ہی نہیں اچھا جو بُرا ہوتا ہے
اور جو اچھے کو بُرا چاہے تو اچھا ہو جائے

کونسا حُسن ہے جس میں نہیں تو پوشیدہ
کونسا سر ہے وہ جس میں نہیں تیرا سودا
کونسا دل ہے وہ جو تجھ پہ نہیں ہے شیدا
تو نے پردہ بھی قیامت کا کیا ہے پردا
ورنہ یاں کون ہے ایسا جو نہ موسیٰؑ ہو جائے

ہو گیا حسن پہ صدیق بھی تیرے مائل
ہو گیا ناز کی شمشیر سے تیرے گھائل
کردیا ابروئے خمدار نے تیرے بسمل
آہ گیسو میں ترے پھنس کے ہوا ہے بیدل
اب بتا تو ہی ترے عشق میں کیا کیا ہو جائے

خمسہ

فائدہ کچھ نہیں ناصح ترے غم کھانے سے
بجھتی ہے آگ کہیں عشق کی سمجھانے سے
حوصلہ اور بڑھا بات کے بڑھ جانے سے
بڑھ گیا میرا جنوں قیس کے افسانے سے
ذکر اچھا نہیں دیوانے کا دیوانے سے

جذبۂ عشق سے ہو جاتا ہے انساں مجبور
غش ہوا حضرتِ موسیٰؑ کو لگا جلنے طور
جب چڑھے دار پہ کہنے لگے حضرت منصورؒ
جو چڑھے گا وہ گریگا یہ مثل ہے مشہور
اشک آنکھوں سے گرا حد سے گذر جانے سے

سختیاں لاکھ اٹھانے پہ کبھی اُف نہ کیا
رنج تھا کون سا ایسا جو خوشی سے نہ سہا
درد بھی خوب ملا، خوب ملی جس کی دوا
شمع کی آگ میں جلکر یہ پتنگے نے کہا
مجھ کو جنّت ملی دوزخ ہی میں جل جانے سے

دل سے لپٹی ہوئی رہتی ہے جو حسرت اس کی
دل سمجھتا نہیں کم وصل سے لذّت اس کی
دل کی دُنیا پہ ہے صدیقؔ حکومت اس کی
دلمیں گھر اس کا ہے آنکھوں میں ہے صورت اس کی
اب نہ کعبے سے تعلق ہے نہ بتخانے سے

خمسہ

پُر الم ماجرا ہے خدا کی قسم
یاس کا سامنا ہے خدا کی قسم
سر پہ نازل بلا ہے خدا کی قسم
جس سے دل مٹ رہا ہے خدا کی قسم
وہ بڑا پُر جفا ہے خدا کی قسم

حال اپنی مصیبت کا کس سے کہیں
اپنے مقصد سے محروم کب تک رہیں
کھائیں غم کب تلک ظلم کب تک سہیں
جس کے ہم ہو چکے ہیں فلک کیا کہیں
غیر کا وہ ہوا ہے خدا کی قسم

جب سے اُلفت ہوئی اُس کو اغیار سے
سخت نفرت ہے مجھ عاشقِ زار سے
ہے شکایت یہی اُس جفا کار سے
شاد ہے وہ رقیبانِ بدکار سے
اور مجھ سے خفا ہے خدا کی قسم

بسملِ خنجرِ یاس و حسرت ہوں میں،
اک دلِ زندہ مدفوں کی تربت ہوں میں
جو دوا سے لڑے وہ طبیعت ہوں میں
اے طبیبو مریضِ محبت ہوں میں
درد بے لا دوا ہے خدا کی قسم

پردہ پردہ میں کرتے ہو تم ظلم گر
زہر دیتے ہو شربت میں گر گھول کر
جانِ من تم کو معلوم ہو یہ مگر
ہے یہ صدیقِ خستہ جگر کو خبر
منھ پہ کیا دل میں کیا ہے خدا کی قسم

قطعۂ تاریخ طبع مجموعۂ کلام شوق و نیق موسوم بہ "افکار صدیق"

از نتیجۂ فکر جناب مولٰنا سید ابراہیم صاحب محبؔ بمبئی

کرم شہ ہوا سایہ انداز
بسرِ طبعِ گلزارِ صدیق

گلِ بے خارِ باغِ تغزل
ہوئے مشہور اشعارِ صدیق

دُرِ شہوارِ بحرِ تخیّل
ہوئے موسوم "افکارِ صدیق"

یہ محبؔ لکھ دے سال اس کا بے جہد
۱۲
"گلِ بے خار افکارِ صدیق"

۱۳۶۹ - ۱۲ = ۱۳۵۷ ہجری